تقریر دلپذیر

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

تقریر دلپذیر

(فرمودہ مؤرخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۲۷ء)

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے حسب ذیل آیات پڑھیں:

لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ○ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمِھَادُ○ لٰکِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّھُمْ لَھُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَ مَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ○ وَ اِنَّ مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ خٰشِعِیْنَ لِلّٰہِ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ○ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ○ [1]

اِن آیات کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا مجھے نہایت افسوس ہے کہ اس دفعہ منتظمین جلسہ کی غلطی اور شدید غلطی کی وجہ سے جلسہ گاہ ایسی تنگ بنائی گئی ہے کہ باوجود اس کے کہ لوگ انتہائی تنگی سے بیٹھے ہوئے ہیں پھر بھی بہت سے لوگ ابھی دروازوں میں کھڑے ہیں اور بہت سے دروازوں سے باہر دُور تک باہر کھڑے نظر آ رہے ہیں اور بہت سے جگہ نہ ملنے کی وجہ سے واپس لوٹے جا رہے ہیں۔ میں تعجب کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس الہام کے باوجود کہ "مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" [2] جلسہ گاہ بنانے والوں کو یہ کیوں خیال نہ آیا کہ اس سال لوگ گزشتہ سالوں کی نسبت زیادہ آئیں گے۔ پچھلے سالوں میں یہ طریق رہا ہے کہ ہر سال پہلے سال کی نسبت جلسہ گاہ کو بڑھا دیا جاتا تھا اور ہزار پندرہ سو آدمیوں کی پہلے سال

کی نسبت زیادہ جگہ بنائی جاتی تھی لیکن اس سال جلسہ گاہ گزشتہ سال کی جلسہ گاہ جتنی ہی بنائی گئی بلکہ نیچے کی جگہ ایک فٹ کم کر کے اوپر ایک گیلری زیادہ بنائی گئی۔ میرے نزدیک منتظمین نے یہ سخت غلطی کی ہے جلسہ کے بعد اس کے متعلق میں ان سے جواب طلب کروں گا اور آئندہ کے لئے جلسہ گاہ کی تعمیر نظارت متعلقہ کے فرائض میں سے قرار دے دوں گا۔ یہ کہیں نہیں ہوتا کہ جنگ کے لئے جنگ کا میدان لڑنے والے سپاہی خود ہی منتخب کیا کریں بلکہ یہ کام ذمہ دار افسروں کا ہوتا ہے کہ وہ جنگ گاہ مقرر کریں مگر یہاں جلسہ گاہ جو ایک نہایت ہی ضروری چیز ہے اس کی تیاری اور اس کا اندازہ ایک شخص پر چھوڑ دیا گیا کہ جتنی جلسہ گاہ چاہے وہ بنائے اور جس طرح چاہے بنائے۔ آج تک کوئی گورنمنٹ ایسی نہیں سنی گئی جس نے یہ قرار دیا ہو کہ لڑنے والی سپاہ اپنے لئے راشن بھی خود جمع کرے اور میدان جنگ بھی وہی منتخب کرے بلکہ یہ کام دوسرے ذمہ دار افسروں کا ہوتا ہے۔ بحیثیت خلیفہ یہ میرا کام نہیں کہ میں ایسی باتوں میں دخل دوں مگر باوجود اس کے جلسہ کے شروع ہونے سے پہلے مجھے جلسہ گاہ کے متعلق خیال پیدا ہوا کہ پوچھوں جلسہ گاہ کتنی بنائی گئی ہے مگر نظارت کو اس کے متعلق خیال بھی نہیں آیا کہ جلسہ گاہ کیسی بنی ہے کتنی جگہ میں بنی ہے۔ باہر سے لوگ جلسہ کے موقع پر دین کے متعلق باتیں سننے کے لئے آتے ہیں اور ہم کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں آئیں لیکن اگر ان کے بیٹھنے کے لئے جگہ کا ہی انتظام نہ کیا جائے تو پھر ان کو یہاں بلانے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر جلسہ گاہ بنانے کا کام ایک اوورسیئر کے سپرد کر دینا ہے اور یہ اسی کی مرضی پر منحصر ہے کہ جتنی لمبی چوڑی چاہے بنائے تو میرے نزدیک جلسہ کے متعلق اعلان کرنا بھی اسی کے سپرد کر دینا چاہئے تاکہ وہ اس طرح اعلان کر دیا کرے کہ اس دفعہ اتنے X اتنے فٹ جلسہ گاہ بنائی جائے گی اس لئے اتنے لوگ آئیں اس سے زیادہ نہ آئیں۔ مَیں اس دفعہ جلسہ گاہ کے اس قدر تنگ بنائے جانے پر پھر افسوس کا اظہار کرتا ہوں اور دوستوں سے کہتا ہوں جس قدر تنگ ہو کر بیٹھ سکیں بیٹھیں تاکہ دوسرے دوستوں کو بھی داخل ہونے کے لئے کچھ نہ کچھ جگہ مل سکے۔

میں اس سال بھی حسب عادت آج ان اُمور کے متعلق جو اس سال پیش آئے یا جو آئندہ سال کے پروگرام سے تعلق رکھتے ہیں کچھ بیان کروں گا اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو کل حسب معمول خدا تعالیٰ کی توفیق سے علمی مضمون بیان کروں گا۔ قبل اس کے کہ مَیں آج کا مضمون شروع کروں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اس سال عین جلسہ کے قریب مجھ پر انفلوئنزا کا حملہ ہوا اور میں ۸۔

دسمبر سے لے کر ۱۸۔ دسمبر تک بیماری میں مبتلاء رہا۔ انفلوئنزا کا اثر چونکہ دل پر زیادہ پڑتا ہے۔ اس لئے میں اس دفعہ اتنی طاقت محسوس نہیں کرتا کہ لمبی تقریر کر سکوں سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ خاص طور پر طاقت دے دے اور اس کا منشاء ہو کہ میں تقریر کروں۔

مَیں اُمید کرتا ہوں کہ دوست جس غرض کے لئے یہاں آئے ہیں اُسے پورا کرنے کی کوشش کریں گے اور اطمینان سے تقریر سنیں گے اور اس بات کا خیال نہ کریں گے کہ کچھ دوستوں کی غلطی سے جلسہ گاہ تنگ بنائی گئی ہے۔ چونکہ اس وقت اس کا ازالہ نہیں ہو سکتا اس لئے اس کا خمیازہ سب دوستوں کو بُھگتنا چاہئے اور اس تکلیف کو برداشت کرنا چاہئے۔ مَیں جانتا ہوں کہ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر تنگ ہو کر بیٹھیں تو ان کے اعضاء میں درد شروع ہو جاتا ہے اس لئے آئندہ جلسہ گاہ اتنی ہونی چاہئے کہ تنگ ہو کر بیٹھنے کے لئے نہ کہنا پڑے اور دوست اطمینان سے بیٹھ کر تقریر سن سکیں۔

اس سال ایک نیا انتظام کیا گیا ہے۔ میں پہلے اس کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ وہ انتظام یہ ہے کہ میرے متعلق پہرہ پہلے کی نسبت زیادہ کر دیا گیا ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں ایک وجہ تو یہ ہے کہ بیماری کی وجہ سے میں ہجوم کے بوجھ کو پہلے کی طرح برداشت نہیں کر سکتا۔ پہلے بھی بعض دفعہ ہجوم کے دباؤ کی وجہ سے مجھے اعصابی تکلیف معلوم ہوتی تھی اور دل پر بہت بوجھ پڑتا تھا۔ پس اس دفعہ بیماری کی وجہ سے ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ مجھ پر لوگوں کا ہجوم نہ ہو اور مصافحہ انتظام کے ساتھ ہو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ متعدد جگہوں سے اطلاعیں آئی ہیں کہ دشمنان اسلام اور دشمنان سلسلہ احمدیہ اس قسم کی تجویزیں کر رہے ہیں کہ مجھ پر حملہ کیا جائے۔ بعض معزز غیر احمدیوں نے بھی نہایت گھبراہٹ سے مجھے خطوط لکھے ہیں کہ بعض غیر مذاہب کے لوگوں کی طرف سے اس قسم کی باتیں ہو رہی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ بیسیوں لوگوں نے اس قسم کی خوابیں دیکھیں ہیں جن میں خطرہ دکھایا گیا ہے اور انہوں نے تحریک کی ہے کہ حفاظت کا ایسا انتظام کیا جائے کہ وہ لوگ قریب نہ پہنچیں جن کے متعلق پوری واقفیت نہ ہو تو ایک طرف احمدیوں غیر احمدیوں بلکہ غیر مذاہب کے لوگوں کی طرف سے اس قسم کی اطلاعوں کی وجہ سے اور دوسری طرف خوابوں کی وجہ سے اس دفعہ ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ میرے اردگرد بے قاعدہ ہجوم نہ ہو اسی وجہ سے مسجد میں بھی میرے گزرنے کے وقت فاصلہ رکھا جاتا ہے۔ گو مذہبی لحاظ سے خدا تعالیٰ کے رستہ میں مارا جانا بہت

بڑی نعمت ہے لیکن شماتتِ اعداء کو مدنظر رکھتے ہوئے حفاظت کی ضرورت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے بڑھ کر دین کے لئے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہونے کی خواہش اور کس کو ہو سکتی ہے مگر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی جان کا خطرہ ہوتا تو صحابہ آپ کی حفاظت کرتے اور قبیلہ قبیلہ کے لوگ باری باری آپ کے گھر کا پہرہ دیتے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اس بات کی اجازت دیتے اور اس وقت جبکہ لوگ پہرہ دے رہے ہوتے آپ بعض اوقات ان سے باتیں کرنے کے لئے باہر تشریف لے آتے تاکہ ان کا دل خوش ہو چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے احتیاط کرنے کا حکم ہے اس لئے ہم بھی احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں ورنہ ایسی باتیں مؤمن کے لئے خوشی کا باعث ہوتی ہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کے پرستار ہیں اور اس خدا کے پرستار ہیں جو ہر قسم کی طاقت اور قوت رکھتا ہے۔ کسی انسان کے پرستار نہیں ہیں اس لئے جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے کام اپنے آپ چلاتا ہے اور ان کے لئے آپ سامان پیدا کرتا ہے بندوں پر خدا تعالیٰ کے کاموں کا انحصار نہیں ہوتا۔ بندوں میں سے سب سے بڑا درجہ رسول کا ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ کے کاموں کا انحصار رسول پر بھی نہیں ہوتا پھر خلیفہ کیا۔ خلیفہ تو رسول کا غلام ہوتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ اپنا کام آپ چلاتا ہے کوئی رہے یا نہ رہے کوئی بچے یا نہ بچے اس کا کام چلتا ہے اور کوئی اُسے روک نہیں سکتا۔

اس کے بعد میں نہایت افسوس کے ساتھ ان چند اصحاب کی دائمی جدائی پر اظہار رنج و ملال کرتا ہوں جن کو خدا تعالیٰ کی مشیت نے اس سال ہم سے جُدا کر لیا ان میں سے مقدم وجود مولوی عبداللہ صاحب سنوری کا ہے۔ میرے نزدیک ہر سلسلہ کے خادم اور اسلام کے خدمت گزار کا جُدا ہونا بہت رنج اور تکلیف کی بات ہے مگر مولوی عبداللہ صاحب سلسلہ کے خادم ہی نہ تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پرانی اور دیرینہ صحبت رکھنے کی خصوصیت ہی نہ رکھتے تھے بلکہ اپنے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک بہت بڑا نشان بھی رکھتے تھے جو ان کے دفن ہونے کے ساتھ ہی دفن ہو گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک رؤیا دیکھی تھی کہ آپ نے خدا تعالیٰ کے حضور بعض کاغذات پیش کئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر سرخی سے دستخط کرنے چاہے اور قلم کو زیادہ سرخی لگنے پر چھڑکا جس سے چھینٹے گرے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں پر پڑے۔ اس وقت جبکہ آپ نے یہ رؤیا دیکھی مولوی عبداللہ صاحب سنوری آپ کے پاؤں دبا رہے

تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاؤں پر ایک سرخ نشان پڑا ہے جو گیلا تھا۔ انہوں نے اپنی ٹوپی دیکھی تو اس پر بھی اسی قسم کا نشان تھا۔ اس پر انہوں نے خیال کیا کہ شاید چھت سے چھپکلی کی دُم کٹنے سے خون گرا ہو مگر انہوں نے جب چھت کی طرف دیکھا تو وہ اس قسم کی تھی کہ وہاں چھپکلی کا گمان نہیں ہو سکتا تھا اس پر انہیں بہت حیرت ہوئی اور جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیدار ہوئے تو آپ نے پوچھا کیا کوئی خاص بات ہوئی ہے۔ حضرت صاحب نے اس کے متعلق کچھ نہ فرمایا تب مولوی عبداللہ صاحب نے کہا میں نے اس قسم کا نشان دیکھا ہے۔ حضرت صاحب نے جواب سے اجتناب کرنا چاہا مگر جب انہوں نے اصرار کیا تو پھر حضرت صاحب نے رؤیا [1] کا ذکر فرمایا اور جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کُرتہ دیکھا گیا تو اس پر بھی نشان تھے۔ مولوی عبداللہ صاحب نے درخواست کی کہ وہ کُرتہ انہیں دے دیا جائے تاکہ وہ لوگوں کو نشان دکھا سکیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے تو انکار کیا اور فرمایا ایسی باتوں سے شرک کے پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے مگر پھر اُن کے اصرار پر اس شرط پر دے دیا کہ جب وہ فوت ہوں تو ان کے ساتھ ہی یہ کُرتہ بھی دفن کر دیا جائے تاکہ اس سے کسی قسم کا شرک نہ پیدا ہو۔ اس شرط پر مولوی صاحب نے وہ کُرتہ لے لیا اور اس کے متعلق انہیں ایسا عشق تھا کہ جلسہ پر لوگوں کو خاص طور پر دکھلایا کرتے تھے اور اس طرح لاکھوں آدمیوں نے اس نشان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور وہ اس بات کے گواہ ہو گئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رؤیا ایسے رنگ میں پوری ہوئی جسے کوئی سائنس کا مسئلہ حل نہیں کر سکتا۔ مولوی صاحب کی ٹوپی جس پر چھینٹا پڑا تھا وہ تو کسی نے چُرا لی مگر کُرتہ ان کے پاس محفوظ رہا جو ان کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔

تو ان کی وفات کی وجہ سے ایک یہ بھی صدمہ ہے کہ ایک ایسا نشان جو انسانی طاقت سے بالا تھا ہماری آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک رؤیا دکھائی جاتی ہے جس کے آثار باہر بھی پیدا کر دیئے جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو کہتے کہ الہام کے الفاظ کس طرح پیدا ہو سکتے ہیں ان کو دکھایا جاتا تھا کہ دیکھو یہاں تو رنگ بھی پیدا کیا گیا ہے۔ یہ نشان اب نہیں دکھایا جا سکے گا۔ اسی نشان کے متعلق ایک دفعہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے انکار کیا تو مولوی عبداللہ صاحب ان کے پاس پہنچے اور کہا کہ اس نشان کے متعلق مَیں آپ سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں مگر مولوی ثناء اللہ صاحب نے مباہلہ نہ کیا۔ علاوہ اس کے مولوی عبداللہ صاحب جماعت کے پرانے فرد اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخلص خادم تھے۔ انہوں نے تیس

سال کے قریب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت اختیار کی کثرت سے قادیان آتے اور بڑا اخلاص رکھتے تھے۔

دوسرے ایک اور صاحب جو بہت پرانے تو نہ تھے مگر بڑا اخلاص رکھتے تھے اور خصوصیت سے سیالکوٹ کی جماعت میں سے جن تین اصحاب کو خدا نے خلافت ثانیہ کے شروع کے وقت فتنہ سے محفوظ رکھا ان میں سے ایک تھے یعنی منشی محمد عبداللہ صاحب وہ بھی فوت ہو گئے ہیں ان کے فوت ہونے کا بھی ہمیں صدمہ ہے۔

اسی زمانہ میں بعض ایسی عورتوں کی بھی وفات ہوئی ہے جو بطور نشان ہے یا جو قومی لحاظ سے افسوسناک ہے جیسے تائی صاحبہ کا انتقال۔ اُن کی وفات پر میں نے ایک خطبہ میں بھی ذکر کیا تھا اور بتایا تھا کہ وہ بھی ایک نشان تھیں۔ ہمارے شیخ یعقوب علی صاحب جنہیں ایسے نشانات معلوم کرنے کا خاص طور پر شوق ہے انہوں نے کوشش کی کہ تائی صاحبہ کے متعلق ان کے سلسلہ میں داخل ہونے سے قبل کے رویہ پر کوئی الزام نہ آنے دیں اور اس قسم کی باتوں کو مٹا دیں اور اس لئے بھی انہوں نے یہ کوشش کی کہ ہماری تائی ہونے کی وجہ سے انہیں احترام مدنظر تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی لکھا ہے کہ تائی صاحبہ خاندان میں سے آپ کی سب سے زیادہ مخالفت کرتی رہیں ہیں اور میں نے خود سنا کہ جب بھی مجھے دیکھتیں تو یہ کہتیں "جیسے کاں ویسی کوکو"۔ یعنی طنزاً کہتیں جیسا باپ ہے ویسا ہی بیٹا ہے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو مخالفت کی اس کے بیان کرنے میں ان کی کوئی ہتک نہیں بلکہ عزت ہے۔ دیکھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے گھر سے نکلے مگر آپ کے ہمیشہ کے لئے غلام بن گئے۔ اس کے بیان کرنے میں نہ تو حضرت عمرؓ کی ہتک ہے اور نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی۔ حضرت عمرؓ کی تو اس لئے نہیں کہ آپ گئے تو قتل کرنے کے لئے تھے مگر خدا تعالیٰ نے آپ کو ہدایت دے دی اور آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے جو بغض اور عداوت تھی اسے محبت اور اخلاص میں بدل دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی اس لئے ہتک نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی یہ شان تھی کہ قتل کرنے کے ارادہ سے آنے والے بھی آپؐ کی صداقت کے قائل ہو گئے۔ تو تائی صاحبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شدید مخالفوں میں سے تھیں۔ کبھی ایسا نہ ہوتا تھا کہ آپ سامنے سے گزریں اور برا بھلا نہ کہیں لیکن اس زمانۂ مخالفت میں خدا تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ یہ ایمان لے

آئیں گی اور پھر خدا تعالیٰ نے ان کو ایمان لانے کی بھی توفیق بخشی۔

بڑے لوگوں میں یہ بات طبعی حد تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ اپنے سے چھوٹے کی بات ماننے میں ہتک سمجھتے ہیں کئی لوگوں کو اسی لئے ٹھوکر لگ گئی کہ وہ سمجھتے تھے۔ ہم عمر میں اور علم میں حضرت مرزا صاحب سے بڑے ہیں پھر ان کی بیعت کس طرح کریں۔ میرے نزدیک تائی صاحبہ کے لئے یہ بطور سزا کے تھا کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس لئے نہ مانا کہ آپ ان کے چھوٹے دیور تھے۔ خدا تعالیٰ نے کہا اچھا ان کی بیعت نہ کرو اس چھوٹے دیور کے بیٹے کی بیعت کرائیں گے۔ اس وقت ان کے متعلق یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ "تائی آئی" [۳] اس میں کئی باتیں بتائی گئی تھیں۔ (۱) ایک یہ کہ وہ ایمان لائیں گی (۲) میرے زمانہ میں ایمان لائیں گی کیونکہ میری تائی تھیں اور ان کے آنے سے مراد ہدایت پانا تھا ورنہ یوں تو وہ گھر میں ہی رہتی تھیں (۳) یہ کہ وہ بہت لمبی عمر پائیں گی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے متعلق الہام ہؤا اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال کے قریب تھی مگر اس وقت یہ بتایا گیا کہ دوسرے خلیفہ کے وقت جس کی وہ تائی ہوں گی بیعت کریں گی چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ میری بیعت کر کے وہ سلسلہ میں داخل ہوئیں اور ایک سو تین سال کی عمر تک پہنچیں۔ ان حالات میں یہ ایک خاص نشان ہے کہ ایسی سخت زمین میں بھی خدا تعالیٰ نے ہدایت کا بیج ڈالا۔ پھر ان کو ایسا اخلاص دیا کہ انہوں نے وصیت کی۔ مجھے یاد ہے وہ پرانی روایات کی اس قدر پابند تھیں کہ جب کبھی گھر کی عورتیں باہر جاتیں تو سخت ناراض ہوتیں اور کہتیں یہ بھی کوئی شرافت ہے ہمارا تو اس گھر میں ڈولا آیا تھا اب جنازہ ہی نکلے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر اس لئے ناراض ہو گئیں کہ آپ کو باپ دادا کا قبرستان چھوڑ کر دوسری جگہ کیوں دفن کیا گیا ہے مگر جب احمدی ہوئیں تو خود اسی قبرستان میں دفن ہونے کے لئے وصیت کی پس وہ بھی ایک نشان تھیں۔

اسی عرصہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی نواسی ہاجرہ فوت ہوئی ہیں۔ حضرت خلیفہ اول کو ان سے خاص اُنس تھا۔ میں نے دیکھا اپنے بچوں کی طرح رکھتے اور جب اپنے بچوں کے لئے کپڑے بناتے تو ان کے لئے بھی بناتے۔ مرحومہ میں بھی بہت اخلاص تھا اور سلسلہ کی خدمت کا شوق تھا۔ لجنہ کی محنت کرنے والی کارکن تھیں۔ چونکہ جوانی میں ہی فوت ہو گئی ہیں اس وجہ سے ان کی وفات کا اور بھی افسوس ہے۔

ان باتوں کا اظہار میں نے اس لئے کیا ہے تا جماعت میں یہ احساس پیدا ہو کہ جو وجود سلسلہ

کے خدمت گزار اور قابل قدر ہوں ان کے لئے محبت اور الفت کے جذبات پیدا ہوں۔ یوروپین قوموں کو دیکھو جن لوگوں سے قومی خدمات صادر ہوتی ہیں ان کے مجسّمے بناتی اور یادگاریں قائم کرتی ہیں۔ گو یہ درست نہیں لیکن اس حد تک ضروری ہے کہ جو لوگ سلسلہ کے لئے مفید ہوں اور جُدا ہو جائیں ان سے اپنے اخلاص کا اظہار کیا جائے اور ان کی یاد قائم رکھی جائے۔

اب میں اس سال کے متعلق جو اَب ختم ہو رہا ہے بعض باتیں بیان کرتا ہوں تا دوستوں کو اس طرف توجہ دلاؤں کہ انہیں آئندہ کیا کرنا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس سال ایسے سامان پیدا ہو گئے کہ ہماری جماعت کی عزت جو پہلے تھی اس سے کئی گُنا زیادہ ہو گئی ہے۔ وہ لوگ جو پہلے جماعت کے سخت دشمن تھے یہ محسوس کرنے لگ گئے ہیں کہ اگر اسلام کی حفاظت کرنے والی کوئی جماعت ہے تو وہ احمدی جماعت ہی ہے پس یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہے کہ ایسے سامان پیدا ہو گئے ہیں۔

ان سامانوں میں سے پہلا سامان تو لاہور کے فسادات تھے جن کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ کچھ لوگوں کے اُکسانے سے بعض سکھوں نے کچھ مسلمانوں کو نہایت بیدردی سے بے کسی کی حالت میں قتل کر دیا۔ یہ ایسا واقعہ تھا کہ دشمنوں کو بھی مسلمانوں سے ہمدردی پیدا ہونی چاہئے تھی مگر جنہوں نے مارا تھا ان کی قوم نے ان کی امداد کرنی شروع کر دی۔ ایسے موقع پر میں نے اپنا فرض سمجھا کہ مسلمانوں سے ہمدردی کی جائے اور جو لوگ مارے گئے ہیں یا گرفتار ہو گئے ہیں ان کے رشتہ داروں کی امداد کی جائے چنانچہ اس غرض سے ناظر اعلیٰ اور دو تین اور اصحاب کو لاہور بھیجا گیا اور جس حد تک ممکن ہو سکا لوگوں کی امداد کی گئی اور پنجاب کے دوسرے شہروں میں بھی ہمدردی کی رَو پیدا کرنے کی کوشش کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوَا کہ خود ان لوگوں نے بھی جو ہمدردی کے محتاج تھے اس بات کو محسوس کیا اور اس بات کا اظہار کیا کہ احمدی مصیبت کے وقت ہماری امداد کے لئے آئے اور انہیں دیکھ کر دوسرے لوگ بھی مدد کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

اسی دوران میں کچھ اور سامان پیدا ہو گئے۔ راجپال کے مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا اور ہائیکورٹ نے ایسے شخص کو بری کر دیا جس نے صریح طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ہتک کی تھی اور نہایت بیدردی سے کی تھی۔ یہ ایک جج کی غلطی تھی یا قانون کا نقص تھا کچھ ہی سمجھ لو مگر اس سے یہ ضرور ظاہر ہو گیا کہ مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی عزت کی حفاظت کرنے میں کتنے بے کس اور بے بس ہیں۔ اس موقع پر مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلائی گئی کہ تم کس قدر

بے کس اور بے بس ہو اس وقت تمہیں اپنی حالت کو بدلنے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے ورنہ اسلام کا ٹھکانا ہندوستان میں نہیں ہو گا۔ ہم کسی قوم کو اس بات سے نہیں روکتے کہ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرے اور جتھے بنائے۔ ہم جس بات کو ناپسند کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ دوسری قوم کو تباہ کرنے کی کوشش کی جائے ایسی حالت میں اپنی حفاظت کے لئے سیاسی اور تمدنی ذرائع سے کوشش کرنا ضروری ہو جاتا ہے اس کے لئے کئی اشتہارات اور ٹریکٹ شائع کئے گئے جن کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں میں بیداری پیدا ہو گئی اور تمام مسلمانوں نے محسوس کیا کہ اب اگر ہم اپنی حفاظت کے لئے کھڑے نہ ہوئے تو سخت نقصان اٹھائیں گے۔ میں نے جب اس بارے میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی ساری تباہی کی وجہ یہ ہے کہ وہ مذہبی اور سیاسی اتحاد میں فرق نہیں سمجھتے۔ اس کے متعلق خدا تعالیٰ نے مجھے ایک گُر بتایا اور وہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے اتحاد کا ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ کہ بجائے اس کے کہ یہ کہا جائے جب تک سارے کے سارے مسلمان عقائد میں متحد نہ ہو جائیں صلح نہیں ہو سکتی یوں کہنا چاہئے کہ ہر فرقہ کے لوگ بے شک دوسروں کو تبلیغ کریں اور اپنا ہم عقیدہ بنانے کی کوشش کریں مگر سیاسی معاملات میں مل کر کام کریں۔ چنانچہ میں نے مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلاتے ہوئے شائع کیا کہ مسلمان کی دو تعریفیں ہیں۔ ایک مذہبی اس کے لحاظ سے ہر ایک فرقہ اپنے فرقہ کے لوگوں کو مسلمان کہتا ہے لیکن ایک تعریف سیاسی بھی ہے یعنی جو شخص بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور قرآن کریم کو آخری شریعت قرار دیتا ہے وہ مسلمان ہے کیونکہ تمدنی اور سیاسی لحاظ سے ان سب کے فوائد مشترک ہیں۔

یہ تعریف خدا تعالیٰ کے فضل سے تھوڑے ہی دنوں میں ایسی مقبول ہوئی کہ دشمنوں نے بھی اسے قبول کر لیا اور اب سارے ہندوستان کے مسلمان سیاسی لیڈروں نے سوائے چند ایک کے اسے تسلیم کر لیا ہے۔ پہلی دفعہ مسلم لیگ کے جلسہ لاہور میں اس تعریف کو پیش کیا گیا تھا۔ اس کے بعد سب نے اس کو مان لیا اور سوائے ایک گروہ کے جو غیر مبائعین کا گروہ ہے یا چند متعصب علماء اور ان کے متبعین کے سب نے اسے پسند کیا ہے اور اس گروہ نے بھی اس لئے اسے تسلیم کرنے سے انکار نہیں کیا کہ اس کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ اس لئے کہ اگر وہ اسے تسلیم کر لیں تو دوسرے مسلمانوں کو ہمارے خلاف بھڑکانے کے لئے ان کے پاس کوئی حربہ نہیں رہتا۔ دراصل یہ معاملہ لَا بِحُبِّ عَلِیٍّ بَلْ بِبُغْضِ مُعَاوِیَۃَ کا معاملہ ہے ورنہ سوائے اس طریق کے مسلمانوں کے اتحاد کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔ بھلا بتاؤ تو سہی وہ خوارج جن کے نزدیک خلافت کفر تھی اور جو تیرہ سو

سال سے اس پر لڑتے جھگڑتے چلے آرہے ہیں وہ کب یک لخت اپنے عقیدہ کو چھوڑ کر اتحاد کر سکتے ہیں۔ وہ فرقے جو صدیوں سے ایک دوسرے سے مقابلے کر رہے ہیں جن کی ایک دوسرے کے ساتھ خونریز لڑائیوں تک نوبت پہنچی جنہوں نے جان ومال کے نقصان پر نقصان اٹھائے ان کے متعلق کس طرح خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ ان باتوں کو چھوڑ کر متحد ہو جائیں گے جن پر انہوں نے جانیں دی تھیں۔ پس موجودہ حالت میں تمام مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کا یہی طریق ہے کہ مسلمان کی کامل تعریف کے لحاظ سے جسے چاہیں مسلمان سمجھیں اور جسے چاہیں نہ سمجھیں لیکن تمدنی اور سیاسی لحاظ سے جو مسلمان کہلاتا ہے اسے مسلمان کہیں اور متحدہ مذہبی تمدنی وسیاسی معاملات میں مل کر کام کریں۔

اس تحریک کا ایسا اثر ہوا کہ معاً مسلمانوں میں اتحاد شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ فرقے جنہیں ہمارے ساتھ سخت دشمنی تھی انہوں نے بھی اتحاد کی اس تحریک کی تعریف کی اور اس پر عمل کرنے کی آمادگی ظاہر کی۔ چنانچہ کئی شیعوں، سنّیوں اور اہل حدیثوں کی طرف سے خطوط آئے جنہوں نے لکھا کہ آپ اس تحریک کو جاری رکھیں آپ ہی کے ذریعہ مسلمانوں میں اتحاد اور اتفاق ہو گا۔ اس تحریک کا یہاں تک اثر ہوا کہ ایک جگہ آریوں نے یہ سوال اٹھایا کہ مسلمان چونکہ احمدیوں کو کافر سمجھتے ہیں اس لئے ہم ان سے بحث نہیں کرنا چاہتے اور انہیں اسلام کی طرف سے مناظر نہیں سمجھتے۔ اگرچہ سناتنی ہندو آریوں کو ہندو نہیں سمجھتے اور ہندو دھرم سے خارج قرار دیتے ہیں مگر انہوں نے احمدیوں کے متعلق یہ سوال اٹھایا اس جگہ شیعوں کی طرف سے جلسہ تھا اور انہوں نے احمدی مبلّغین کو آریوں کے مقابلہ کے لئے بلایا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا ہم احمدیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں تم (آریہ) احمدیوں کے ڈر کے مارے یہ سوال پیش کرتے ہو تاکہ اس بہانہ سے مباحثہ سے بھاگ جاؤ۔

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ایسی فضا پیدا کر دی ہے کہ اب نظر آنے لگا ہے کہ مسلمانوں میں جلد اتحاد ہو سکتا ہے اور مسلمان مل کر غیروں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

اسی دوران میں "مسلم آوٹ لک" کا واقعہ پیش آگیا۔ اس اخبار میں ایک ایسا مضمون شائع ہوا جس میں سختی سے ایک ہائی کورٹ کے ایک جج کے اس فیصلہ پر جو راج پال کے متعلق کیا گیا تھا جرح کی گئی تھی۔ میں اس وقت بھی حقیقی طور پر اس مضمون میں بعض غلطیاں محسوس کرتا تھا اور اب بھی محسوس کرتا ہوں مگر جس بناء پر ایڈیٹر اور پرنٹر "مسلم آوٹ لک" پر مقدمہ چلایا گیا وہ غلط

تھی۔ وہ مضمون اس وجہ سے لکھا گیا تھا کہ اس فیصلہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ہتک کرنے والے ہر ایک شخص کو چھوڑا جا سکتا ہے اور مسلمانوں کے لئے امن کی کوئی صورت نہیں۔ اس وقت کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہائی کورٹ کو دیکھنا چاہئے تھا کہ وہ مضمون کیسی حالت میں لکھا گیا اور آیا اس میں ہائی کورٹ کی ہتک مقصود ہے یا اپنے ٹھیس لگے ہوئے جذبات کا اظہار ہے۔ پس گو میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس مضمون کا لہجہ ایسا نہ تھا جیسا کہ ہونا چاہئے تھا مگر جس بناء پر مقدمہ چلایا گیا وہ درست نہ تھی۔ چونکہ اس مضمون کی وجہ سے مسلم آوٹ لک کے پروپرائیٹر اور ایڈیٹر کو سزا دے دی گئی اس لئے مجھے مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلانی پڑی کہ جو کوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ہتک کے خلاف آواز اٹھائے وہ تو فوراً جیل خانہ بھیجا جا سکتا ہے اور ہتک کرنے والا ہر قسم کی سزا سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

"مسلم آوٹ لک" کے مضمون میں اس امر پر اظہار ناراضگی کیا گیا تھا کہ قابل جج کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو گالیاں دینا اور بات ہے اور قوم میں نفرت پیدا کرنا اور امر ہے۔ گویا جج نے یہ قرار دیا تھا کہ اگر کسی کے باپ کو گالی دی جائے تو اس سے اس شخص کو جوش پیدا ہو سکتا ہے لیکن اگر اس کے رسول کو گالی دی جائے تو پھر جوش نہیں پیدا ہو سکتا۔ ہم ایک ہندوستانی جج سے جو مسلمانوں کے مذہبی جذبات اور احساسات سے واقفیت رکھتا تھا اور جو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے متعلق مسلمانوں کے اخلاص اور محبت سے آگاہ تھا اس قسم کے فیصلہ کی توقع نہ رکھتے تھے مگر عجیب بات ہے کہ وہ ہندوستانی ہو کر ہندوستان میں رہ کر ہندوستانی مسلمانون کے مذہبی جذبات سے واقف ہو کر یہ خیال کرتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو گالیاں دی جائیں تو اس سے مسلمانوں میں نفرت اور حقارت کے جذبات نہیں پیدا ہو سکتے اور نہ جائز طور پر فساد پیدا ہو سکتا ہے لیکن اگر خود ان کو گالیاں دی جائیں تو پھر جائز طور پر فساد ہو سکتا ہے۔ یہ اس جج کی ناواقفیت تھی جس پر "مسلم آوٹ لک" نے جرح کی تھی نہ کہ ہائی کورٹ پر حملہ کیا تھا۔ میرے نزدیک ہائی کورٹ پر حملہ کرنا سخت ناجائز ہے اور اگر ایسا کیا جاتا تو میں کبھی تائید نہ کرتا لیکن یہ بات ہی نہ تھی۔ ایک جج کی بطور جج ہتک نہ کی گئی تھی بلکہ اس بات کے خلاف آواز اٹھائی گئی تھی کہ ایک ایسا شخص جو مسلمانوں میں رہتا، مسلمانوں کے مذہبی عقائد سے واقفیت رکھتا، ان کے مذہبی جذبات اور احساسات کو سمجھتا تھا اس نے یہ فیصلہ کیونکر کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ہتک سے مسلمانوں میں جائز طور پر جوش نہیں پیدا ہو سکتا۔

آخر جب ایڈیٹر "مسلم آوٹ لک" کو سزا دی گئی تو میں نے ۲۲۔ جولائی کو ہر جگہ اس کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے جلسہ کرنے کی تحریک کی۔ مجھے خیال تھا کہ عام طور پر مسلمان اس تحریک کی مخالفت کریں گے اور جلسہ نہیں ہونے دیں گے اس وجہ سے میں تحریک لکھ لینے کے بعد اپنے مضمون میں سے اسے کاٹنے لگا تھا لیکن پھر مجھے یہ خیال آیا کہ میں نے اپنی طرف سے تو یہ تحریک لکھی نہیں خدا تعالیٰ نے مجھ سے لکھائی ہے وہی اس کو کامیاب بنانے کا سامان کرے گا۔ پھر اگرچہ اس کی مخالفت کی گئی مگر باوجود اس کے سارے ہندوستان میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک اس تحریک کے ماتحت ۲۲۔ جولائی کو جلسے کئے گئے۔ مسلمانوں میں خاص بیداری پیدا ہو گئی اور اخباروں نے لکھا کہ ایسا شاندار مظاہرہ اس سے قبل کبھی نہیں ہوا۔ اس سے مسلمانوں کو محسوس ہو گیا کہ اگر وہ مل کر آواز اٹھائیں تو وہ پُرشوکت اور پُرہیبت ہو سکتی ہے۔

اسی دوران میں اس کام کو مضبوط بنانے کے لئے انجمن ترقی اسلام کی بنیاد رکھی گئی تا کہ اس کے ذریعہ ایسے لوگوں کو جمع کیا جائے جو عام اسلامی کاموں میں مدد دے سکیں چنانچہ مختلف فرقوں کے ایسے ایک ہزار آدمیوں نے اس کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو ہمارے سلسلہ سے سخت مخالفت رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ کسی احمدی سے مصافحہ کرنا بھی جائز نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ یو۔ پی کے ایک پِیر صاحب نے لکھا کہ میں آپ کے سلسلہ کے سخت خلاف تھا اور کسی احمدی سے بات کرنا بھی جائز نہ سمجھتا تھا مگر اب سیاسی اور تمدنی معاملات میں کُلّی طور پر اپنے آپ کو آپ کے اختیار میں دیتا ہوں۔ غرض ہر طبقہ کے لوگ اس انجمن میں داخل ہوئے۔ ان میں رؤساء بھی ہیں، علماء بھی ہیں۔ پیر بھی ہیں، انگریزی خوان بھی ہیں اور ان کی تعداد ایک ہزار کے قریب پہنچ گئی ہے اور اس تحریک کو اس قدر کامیابی ہوئی ہے کہ پہلا اشتہار دس ہزار کی تعداد میں مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا تھا مگر اس میں سے بھی کچھ بچ رہا لیکن آخری اشتہار اس سلسلہ کا جو شائع ہوا وہ ۷ ہزار شائع کیا گیا اور پہلے ہی دن ختم ہو گیا۔ اگر اس انتظام کو اور مضبوط بنایا جائے تو دس لاکھ اشتہار بھی پورے نہ ہو سکیں اور ایک ماہ میں تمام مسلمانوں کو بیدار کیا جا سکتا ہے۔

غرض خدا تعالیٰ کے فضل سے اس تحریک کا بہت اچھا نتیجہ نکلا اور مسلمانون کو محسوس ہو گیا کہ ان کی تمدنی اور سیاسی نجات آپس کے اتحاد میں ہے اور ان میں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ کامیابی مل کر کام کرنے سے ہی ہو سکتی ہے۔

حق بات یہ ہے کہ ہمیں کسی قسم کی بڑائی کی خواہش نہیں ہے۔ سیاسی معاملات میں ہم ہر اس

شخص کے پیچھے چلنے کے لئے تیار ہیں جو صحیح طور پر راہنمائی کرے۔ قومی علیحدگی کسی وقت بھی ہمارے مدنظر نہ تھی مگر مسلمانوں کو اس بات کا احساس نہ تھا کہ تمدنی اور سیاسی لحاظ سے مل کر کام کرنے میں ہی کامیابی ہے اور اب ان میں یہ احساس پیدا ہو رہا ہے۔ پچھلے دنوں کئی مسلمان لیڈر مجھے ملے جنہوں نے کہا آپ نے پہلے کیوں مسلمانوں کے متعلق اس قسم کا کام نہیں کیا اگر آپ ایسا کرتے تو ہم کبھی احمدیت کی مخالفت نہ کرتے۔ میں نے کہا ہم تو شروع سے ہی اس طریق پر کام کرنے کے لئے کہتے چلے آئے ہیں مگر اس وقت آپ لوگوں کے کان ہماری یہ بات سننے کے لئے تیار نہ تھے۔ اب چونکہ آپ لوگوں کو بھی یہ محسوس ہو گیا ہے کہ مل کر کام کرنا چاہئے اس لئے ہماری آواز آپ کو سنائی دینے لگی ہے۔

میں سمجھتا ہوں مسلمانوں میں ایسی بیداری ہو گئی ہے کہ باوجود مذہبی لحاظ سے ہمارے سخت خلاف ہونے کے ایک طبقہ ہمارے مشترک مذہبی، سیاسی اور تمدنی معاملات میں مل کر کام کرنے کے لئے تیار ہے۔ اس بیداری کو جاری رکھنے میں چونکہ مسلمانوں اور اسلام کا بہت فائدہ ہے اسی وجہ سے اس سال میں نے شملہ کا سفر اختیار کیا جس کے دو بہت بڑے فائدے ہوئے۔ ایک تو یہ کہ مذہبی لحاظ سے اس مسودہ میں مشورہ دینے کا موقع میسّر آیا جو گورنمنٹ نے مذہب کے بزرگوں کی ہتک کے انسداد کے متعلق پیش کیا اسمبلی کے ممبروں کو اس کے متعلق کئی باتیں میں نے بتائیں۔ چنانچہ مسودہ میں بعض تبدیلیاں میرے مشورہ کے مطابق ہو گئیں۔ بعض نہ بھی ہوئیں مگر بہت بڑی کامیابی یہ تھی کہ بڑے بڑے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ اسلام کے لئے احمدی جماعت سب کچھ قربان کر کے کام کرنے کے لئے تیار ہے۔ مسز نائیڈو جو بہت مشہور عورت لیڈر ہیں انہوں نے ذکر کیا میں ایک موقع پر مسٹر محمد علی جناح سے ملی تو انہوں نے کہا احمدی جماعت میں کام کرنے کی عجیب روح ہے اسمبلی میں مسودہ پیش ہوتا ہے مگر اس کے متعلق بہت سے اسمبلی کے ممبروں کو اتنی فکر نہیں جتنی ان لوگوں کو ہے ان کے آدمی نہ رات دیکھتے ہیں نہ دن ہر وقت ہمارے پاس پہنچ جاتے اور اپنا مشورہ پیش کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ جب مجھے مسودہ ملا تو میں نے راتوں رات آدمیوں کو اسمبلی کے بعض ممبروں کے پاس بھیجا کہ جا کر انہیں اس کے متعلق ضروری باتیں بتاؤ۔

اس اثناء میں شملہ میں اتحاد کانفرنس منعقد ہوئی جس کا مجھے بھی ممبر بنایا گیا اس طرح مجھے ہندو مسلمان لیڈروں کے ساتھ مل کر کام کرنا پڑا جس سے کئی فائدے ہوئے۔ ایک تو یہ کہ ہندو مسلمان لیڈروں سے واقفیت پیدا ہو گئی جس سے آئندہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ دوسرے ان کی شخصیتوں کا

علم ہو گیا۔ میں کانفرنس میں بولتا بہت کم تھا اور ہر ایک کے کیریکٹر کو دیکھتا رہتا تھا اور اب میں ان میں سے ہر ایک کے کریکٹر سے خدا تعالیٰ کے فضل سے واقف ہوں اور اب میں ان کے متعلق بصیرت سے واقفیت رکھتا ہوں اور کہہ سکتا ہوں کہ ان میں بعض اخلاص سے کام کرنے والے بھی ہیں گو بعض نمائشی بھی ہیں۔ مگر خوشی اس بات کی ہے کہ مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اپنی سمجھ کے مطابق مسلمانوں کے فائدہ کے لئے اخلاص سے کام کرنے والے ہیں۔

مجھے یہ افسوس ہے کہ کانفرنس میں بعض مسلمانوں کی طرف سے ایسی باتیں بھی پیش ہوئیں جو مناسب نہ تھیں مگر میں نے یہی طریق رکھا کہ ان کو اپنی مجلس میں اپنے طور پر سمجھا لیا جائے تا کہ مجلس میں مسلمان ایک دوسرے کی مخالفت نہ کریں اور خدا تعالیٰ کا فضل تھا کہ ہندو لیڈروں میں تو آپس میں تفرقہ ہو جاتا مگر مسلمانوں میں اتحاد رہا اور ہندوؤں کی ایک پارٹی بھی ٹوٹ کر مسلمانوں سے مل گئی۔ اگرچہ شملہ میں کوئی بات طے نہ ہو سکی مگر یہ اسی کا اثر تھا کہ کلکتہ میں ہندو مسلمان لیڈروں میں گائے اور باجا کے مسئلہ پر اتحاد ہو گیا۔

بزرگان مذاہب کی توہین کے انسداد کا جو قانون بنا ہے اس کے متعلق میری یہ رائے ہے کہ وہ نامکمل ہے۔ میں نے گورنمنٹ کے ہوم سیکرٹری کو بتایا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ہتک کا انسداد اس سے بھی نہیں ہوتا۔ اس میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ کسی مذہب یا مذہبی عقائد پر حملہ کیا جائے تو ہتک ہوتی ہے مگر کوئی کہہ سکتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم مذہب اسلام کا جزو نہیں ہیں جیسا کہ چکڑالوی نبی کو مذہب کا جزو نہیں سمجھتے۔

اصل بات یہ ہے کہ مذاہب میں حقیقی صلح تب ہی ہو گی جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے طریق پر عمل کیا جائے گا اور وہ یہ ہے کہ ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں دوسروں کے عیب نہ گنتے رہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اگر کسی مذہب میں عیب ہیں تو عیب بیان کرنے سے یہ کس طرح ثابت ہو گیا کہ عیب بیان کرنے والے کا جو مذہب ہے وہ سچا ہے عیسائیت میں اگر عیب ہیں تو اس سے اسلام سچا نہیں ثابت ہو سکتا۔ اسی طرح اگر اسلام میں عیب ہیں تو ہندو دھرم سچا نہیں قرار پا سکتا۔ سچائی کے لئے خوبیوں کا ثبوت دینا ضروری ہے۔ پس ہر مذہب کے پیرو کو چاہئے کہ اگر وہ اپنے مذہب کو سچا ثابت کرنا چاہتا ہے تو اس کی خوبیاں بیان کرے۔ اگر ایک شخص دوسرے کو کانا کہے تو اس سے کس طرح ثابت ہو سکتا ہے کہ کہنے والے کی دونوں آنکھیں سلامت ہیں۔ پس حقیقی صلح تب ہو گی جب اس

طریق کو اختیار کیا جائے گا۔ اگر اس طریق پر عمل کیا جائے تو پھر کسی مسودہ اور کسی قانون کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور اس پر عمل کرنے میں کسی کا کوئی حرج بھی نہیں ہے کسی کی آزادی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیا اگر کسی کو کہا جائے کہ دوسروں کو گالیاں نہ دیا کرو تو کیا وہ کہے گا کہ اس طرح میری آزادی میں فرق آتا ہے۔ یا اگر کسی کو کہا جائے کہ دوسروں پر پتھر نہ پھینکو تو کیا وہ یہ کہے گا کہ اگر پتھر نہ پھینکوں تو میری آزادی جاتی رہتی ہے۔ پس مذہب کے متعلق یہ اقرار کر لینا کہ دوسرے مذہب کے عیب نہ بیان کئے جائیں گے یا دوسرے مذہب کی طرف عیب نہ منسوب کئے جائیں گے کوئی مصیبت نہیں ہے صرف ارادہ سے یہ بات تعلق رکھتی ہے۔ اگر ارادہ کر لیا جائے کہ دوسرے مذاہب کے عیب نہ بیان کئے جائیں گے اور دوسرے مذہب کی طرف عیب نہ منسوب کئے جائیں گے تو اس میں کسی کا کوئی حرج نہیں ہے۔

اسی طرح صلح کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ دوسروں کے مذہبی معاملات میں دخل نہ دیا جائے۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ہندوؤں کو اس سے کیا کہ مسلمان گائے ذبح کرتے ہیں یہ مسلمانوں کا کام ہے۔ اگر بُرا ہے تو اس کا اثر مسلمانوں پر پڑے گا ہندوؤں کو مزاحم ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ کل ہندو کہیں کعبہ کی طرف مسلمانوں کا منہ کر کے نماز پڑھنا ہمیں بُرا لگتا ہے اس لئے مسلمان نماز بھی نہ پڑھیں۔ اگر کسی قوم کا کوئی مذہبی فعل بُرا لگنے سے ان لوگوں کا جنہیں بُرا لگے یہ حق ہو سکتا ہے کہ وہ اس میں مزاحم ہوں تو مسلمان بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ ہندوؤں کا بتوں کی پوجا کرنا انہیں بُرا لگتا ہے اس لئے یہ کام ہندوؤں کو چھوڑ دینا چاہئے۔ ہندو کہتے ہیں مسلمان بادشاہوں نے ہندوؤں کے بت توڑنے کا حکم دیا تھا مسلمانوں نے بت توڑے یا نہ توڑے اس سوال کو جانے دو مگر اس اعتراض سے یہ تو ظاہر ہے کہ ہندوؤں کو بتوں کا توڑنا بُرا لگتا ہے اور وہ اپنے مذہب میں کسی کے دخل دینے کو ظلم قرار دیتے ہیں پھر وہ خود کیوں گائے کے معاملہ میں مسلمانوں کے مذہب میں دخل دیتے ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے مذہب کے کسی حکم یا اجازت پر عمل کرتے ہیں وہ اگر غلطی کرتے ہیں تو خدا انہیں سزا دے گا دوسروں کو ان کے مذہب میں دخل دینے کا کیا حق ہے وہ اپنے مذہب پر عمل کریں اور دوسروں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے دیں۔ میرے نزدیک وہ لوگ جو سکھوں کے جھٹکہ کرنے پر ناراض ہوتے ہیں ان کی بھی نادانی ہے۔ اگر سکھ جھٹکہ کر کے کھاتے ہیں تو ہمیں کیا اور اگر عیسائی سؤر کھاتے اور شراب پیتے ہیں تو ہمارا کیا حرج ہے ہر ایک کا اپنا اپنا مذہب ہے۔ ہاں اگر کوئی اپنا ہم مذہب غلطی کرے اور مذہب کے خلاف بات

کرے تو اسے سمجھانے کا ہر ایک کو حق ہے۔ مثلاً اگر کوئی سکھ کہلا کر کیس کٹائے تو سکھوں کا حق ہے کہ اسے سمجھائیں اور کیس رکھنے کی حکمت بتائیں۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان سؤر کا گوشت کھاتا ہے تو مسلمانوں کا حق ہے کہ اسے روکیں اور سؤر کے گوشت کے نقصانات اس کے ذہن نشین کریں۔ یا کوئی ہندو گائے کا گوشت کھاتا ہے جیسا کہ مدراس وغیرہ کی طرف لاکھوں لوگ کھاتے ہیں تو ہندوؤں کو حق ہے کہ انہیں اس سے روکیں اور گائے کا گوشت کھانے کی مضرتیں بتائیں لیکن مسلمانوں کا سکھوں سے یہ کہنا کہ تم جھٹکہ نہ کرو اور ہندوؤں کا مسلمانوں سے یہ کہنا کہ تم گائے کا گوشت نہ کھاؤ اور مسلمانوں کا ہندوؤں سے یہ کہنا کہ تم بتوں کی پوجا نہ کرو یہ دھینگا دھانگی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کا ہندوؤں اور سکھوں سے یہ کہنا کہ مسجد کے پاس باجا نہ بجاؤ یہ بھی درست نہیں۔ اگر کوئی شخص قرآن کریم لے کر بیٹھا ہو اور ہندو اس سے اونچی جگہ پر ہوں تو ان سے اس لئے لڑے کہ اونچے کیوں بیٹھے ہو تو یہ اس کی غلطی ہوگی کیونکہ قرآن مسلمانوں کے نزدیک قابل احترام ہے نہ کہ ہندو کے نزدیک۔ کیا ایک شخص جو اپنے باپ کی عزت کی خاطر اس سے نیچے بیٹھا ہو اس کا حق ہے کہ اگر کوئی اس کے باپ کے برابر یا اس سے اونچی جگہ پر آبیٹھے تو اس سے لڑے کہ وہ اونچا کیوں بیٹھا ہے۔ یا کسی کے ہاں ماتم ہو جائے اور وہ ڈنڈا لئے سارے ضلع میں پھرے کہ کسی کے گھر شادی نہ ہونے دیں گے کیونکہ ہماری ماں مرگئی ہے تو کیا یہ اس کا حق ہو سکتا ہے؟ یا کسی کے گھر شادی ہو تو ڈنڈا لئے پھرے کہ کسی کے گھر ماتم نہ ہونے دیں گے کیونکہ ہمارے ہاں شادی ہے تو کیا یہ اس کے لئے جائز ہے؟ جو ڈھول بجانا چاہتے ہیں وہ اسے بے شک بجا بجا کر پھاڑ ڈالیں اور باجے جس قدر چاہیں بجالیں کسی کو روکنے کا کیا حق ہے۔ اسی طرح جو گائے کا گوشت کھانا جائز سمجھتے ہیں وہ کھائیں دوسرے انہیں کیوں روکیں۔ مگر حیرت ہے یہ بات ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی جو دینی اور دنیوی علوم کے عالم کہلاتے، مدبر سمجھے جاتے اور راہنما بنے ہوئے ہیں وہ اسی بات پر اڑے بیٹھے ہیں کہ ہم فلاں بات ناجائز سمجھتے ہیں دوسرے کیوں اسے جائز قرار دیتے ہیں ہمیں فلاں کام پسند نہیں اس لئے جنہیں پسند ہے انہیں ہم نہیں کرنے دیں گے۔ باوجود اس کے کہا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں دین کے معاملہ میں کوئی کسی پر جبر نہیں کرتا۔ ان لوگوں کے عمل اور اس قول کو دیکھ کر ایک مشہور قصہ یاد آجاتا ہے۔ کہتے ہیں ایک گاؤں اس وجہ سے مشہور تھا کہ وہاں سارے بے وقوف بستے تھے اور سب کے سب بے ہودہ باتیں کرتے تھے۔ اس گاؤں کے قریب سے دو آدمی گزرے جو آپس میں باتیں کرتے جاتے تھے کہ یہ وہ گاؤں ہے جو بے وقوفوں

کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس گاؤں کے دو آدمی پاخانہ پھر رہے تھے باتیں کرنے والوں کی باتیں سن کر وہ اسی طرح ننگے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے وہ زمانہ گزر گیا جب اس گاؤں میں بے وقوف بستے تھے اب تو یہاں کا بچہ بچہ عقل مند ہے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا تم بیٹھ جاؤ ہم نے سمجھ لیا ہے کہ یہاں کوئی بے وقوف نہیں ہے۔

اب کہا تو یہ جاتا ہے کہ اگلے زمانہ میں مذہب میں جبر کیا جاتا تھا اب کسی پر کوئی جبر نہیں کرتا مگر حالت یہ ہے کہ سکھ مسلمانوں کے خلاف، ہندو سکھوں کے خلاف، مسلمان ہندوؤں کے خلاف، ہندو مسلمانوں کے خلاف یہ کہہ رہے ہیں کہ تم یہ نہ کرو وہ نہ کرو کیونکہ اس سے ہمارے دل دکھتے ہیں اور ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ اور جب دوسرا فریق اس دخل اندازی کو پسند نہیں کرتا تو پھر دست اندازی اور فساد کا پہلو اختیار کیا جاتا ہے یہ جبر نہیں تو اور کیا ہے۔ جب تک ایک دوسرے کے خلاف یہ جبر ترک نہ کیا جائے گا اس تعدی کو چھوڑا نہ جائے گا اس ظلم سے ہاتھ نہ اٹھایا جائے گا زبردستی دوسروں کے مذہب میں دخل دینے سے باز نہ رہا جائے گا اس وقت تک امن نہ ہو گا۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ بیسویں صدی میں مذہبی جبر مٹ گیا ہے اور ہر ایک کو اپنے مذہب میں آزادی حاصل ہے وہ ہندوستان کے ہر قصبہ اور ہر شہر میں دیکھیں کہ کس قدر جبر ہو رہا ہے اور یہ جبر وہ لوگ کر رہے ہیں جو کئی کئی گھنٹے جبر کے خلاف تقریریں کرتے رہتے ہیں۔

کسی صاحب نے لکھ کر دیا ہے کہ گائے چونکہ ہندوؤں کی پرستش میں داخل ہے اس لئے وہ اس کا گوشت کھانے سے مسلمانوں کو روکتے ہیں۔ اگر پرستش میں داخل ہونے سے ہندوؤں کو یہ حق حاصل ہے تو پھر ان کی پرستش میں تو سانپ بھی داخل ہے ہندو اس کی پرستش کرتے ہیں کیا انہیں یہ حق ہے کہ مسلمانوں سے بھی کہیں کہ جہاں سانپ نظر آئے اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر بیٹھ جایا کرو۔ گائے کی پرستش کرتے ہیں وہ کریں ہم سے کیوں کراتے ہیں؟ وہ ہماری مسجدوں کے سامنے باجے اور ڈھول بجائیں اور ۲۴ گھنٹے صبح سے شام اور شام سے صبح تک بجاتے رہیں ایک ڈھول پھٹ جائے تو دوسرا بجانا شروع کر دیں دوسرا پھٹ جائے تو تیسرا لے لیں ہم انہیں منع نہیں کریں گے۔ بات یہ ہے کہ اگر ہندوؤں کو مسجدوں کے پاس ڈھول اور باجے بجانے سے نہ روکا جائے تو وہ خود ہی بجانا چھوڑ دیں۔ یہاں قادیان میں ہم کسی کو نہیں روکتے مگر وہ خود ہی بند کر دیتے ہیں۔ کئی باتیں ضد کی وجہ سے کی جاتی ہیں اگر ہندو مسلمانوں سے جبراً گائے کا گوشت نہ چھڑائیں تو کئی مسلمان خود ہی چھوڑ دیں غرض جب تک ایک دوسرے کے مذہبی معاملات میں دخل دینے سے نہ

رکیں گے اس وقت تک امن نہیں ہو سکتا۔

اس تحریک کے علاوہ اس سال جو تبلیغی کام ہوا ہے وہ بہت اعلیٰ درجہ کا ہے ابھی کچھ دن ہوئے دو بڑے تبلیغی دورے ہوئے ہیں۔ مفتی محمد صادق صاحب کولمبو گئے وہاں سے بنگال، مدراس، مالابار اور یو۔پی میں کئی بڑے بڑے مقامات پر انہوں نے لیکچر دیئے گویا سوائے سندھ کے انہوں نے سارے ہندوستان کا دورہ کیا اور آٹھ ہزار میل سفر کیا۔ ۲۴ ہزار میل ساری دنیا کے چکر کا فاصلہ بتایا جاتا ہے مفتی صاحب اس کے تیسرے حصہ میں پھر آئے۔

دوسرا دورہ مولوی عبدالرحیم صاحب نیّر نے کیا ہے جو حیدر آباد دکن گئے تھے۔ ان دوروں سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیت کے متعلق لوگوں کے دلوں میں جو بُغض تھا وہ دور ہو رہا ہے کولمبو میں احمدیوں کی سخت مخالفت کی جاتی تھی ہمارے کئی آدمیوں کو احمدی ہونے کی وجہ سے زخمی کیا گیا مگر اب مفتی صاحب کے وہاں کئی لیکچر ہوئے جو غیر احمدیوں نے اپنے خرچ اور اپنے انتظام سے کرائے اور وہاں سے کئی خطوط آئے ہیں کہ اگر مفتی صاحب پندرہ بیس دن اور وہاں ٹھہر جاتے تو بہت سے لوگ جماعت میں داخل ہو جاتے۔ غرض تبلیغی طور پر بھی بہت کامیابی ہوئی ہے اور اب سامان پیدا ہو گئے ہیں کہ مستقبل قریب یا بعید میں ان کے بہت اچھے نتائج رونما ہونگے۔

انگریزی ترجمہ قرآن ۲۳ پاروں تک ہو چکا ہے اور اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اگلے سال مکمل ہو جائے گا۔ اردو ترجمہ قرآن کے نوٹ بھی درست کر کے لکھے جا رہے ہیں اِنْشَاءَ اللّٰہُ دس پارہ تک کے نوٹ اگلے سال شائع ہو سکیں گے۔ چونکہ اس سال ہنگامی کاموں کی وجہ سے مجھے خاص طور پر مضامین لکھنے پڑے اور سلسلہ کے کاموں کی نگرانی بھی کرنی ہوتی ہے اس لئے ترجمہ کا کام زیادہ نہ کر سکا اور تین ماہ کے قریب تو صحت بھی اچھی نہیں رہی۔

ادنیٰ اقوام میں تبلیغ کرنے کے بھی خدا تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے ہیں کہ اس پہلو سے بھی زور سے کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ پچھلے دو مہینہ میں ہی تیس کے قریب ایسے لوگ مسلمان ہوئے ہیں اور نو مسلموں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے اسی جلسہ پر تین چار آدمی مسلمان ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری پچھلی کوششوں کے نتائج اب ظاہر ہونے لگے ہیں۔ ملکانوں کی حالت کی جس حد تک اصلاح ہو چکی ہے اس کا اندازہ اس ملکانا بچہ کی تقریر سے لگایا جا سکتا ہے جس نے ابھی تقریر کی ہے۔ شردھانند جی نے کہا تھا گیارہ لاکھ ملکانے پرندے کی طرح چونچ کھولے منتظر ہیں کہ ان کے منہ میں آریہ دانہ ڈالیں۔ ان ملکانوں میں سے ایک چونچ سے نکلی ہوئی آواز تو

آپ لوگوں نے سن لی ہے باقیوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیا جائے۔ ہمارے ذریعہ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں پر ایسا فضل کیا ہے کہ آریہ انہیں دانے بھی دیتے ہیں اور ہاتھ بھی جوڑتے ہیں مگر وہ انکار کرتے ہیں اور روز بروز اسلام سے اپنا تعلق مضبوط کر رہے ہیں۔

اس سال خدا تعالیٰ نے دو رسالے جاری کرنے کی توفیق دی تھی جنہوں نے کامیابی کے ساتھ اپنا کام کیا ہے۔ ان میں سے ایک تو انگریزی کا "سن رائز" ہے اور دوسرا "مصباح" عورتوں کا اخبار۔ سن رائز کے خلاف مجلس مشاورت میں مشورہ دیا گیا تھا لیکن حالات نے مجبور کیا کہ باوجود اس مشورہ کے اسے جاری کیا جائے۔ اس کے پندرہ سو خریدار ہو چکے ہیں ایک سال کے لحاظ سے یہ اچھی کامیابی ہے گو اخراجات کے لحاظ سے کافی نہیں ہے کیونکہ اس کی قیمت دو روپے اور طلباء سے ایک روپیہ ہے اس کی اشاعت بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ مصباح عورتوں کا اخبار ہے اس کے متعلق مردوں میں کچھ کہنا تو بے فائدہ ہے مگر پھر بھی جو مرد چاہیں کہ اپنی مستورات کو اس سے فائدہ پہنچائیں وہ خریدار بن سکتے ہیں۔ اس میں کئی عورتوں کے مضامین شائع ہوئے ہیں جو کئی مردوں کے مضامین سے بڑھ گئے ہیں اور ایک دوست تو کہہ رہے تھے کہ عورتیں سب کاموں پر حاوی ہو رہی ہیں ہم کیا کام کریں گے۔ میں نے کہا مرد کوئی کام کریں یا نہ کریں عورتوں کو ترقی کرنے سے نہیں روکا جا سکتا۔ اس اخبار کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ عورتوں نے بہت ترقی کی ہے اور جلد جلد آگے قدم بڑھا رہی ہیں۔ گو اس دفعہ جلسہ میں انہوں نے اتنا شور مچایا کہ مجھے کہنا پڑا جس کا بچہ روئے وہ فوراً باہر چلی جائے اس طرح آدھی کے قریب عورتوں کو جلسہ گاہ سے باہر جانا پڑا۔ مردوں کو چاہئے کہ عورتوں کو جلسہ پر لانے سے قبل ان سے اقرار لے لیا کریں کہ جب بچہ روئے وہ جلسہ سے باہر آجائیں گی۔ اب تو یہ صورت ہوتی ہے کہ چار پانچ سو بچوں کے رونے اور شور مچانے سے عورتوں کے جلسہ میں اتنی تقریریں ہو رہی ہوتی ہیں کہ لیکچرار کے لئے بولنا ناممکن ہوتا ہے پس مردوں کو چاہئے عورتوں کو سمجھائیں کہ جس وقت بچہ رونے لگے اسے لے کر چپ چاپ جلسہ سے باہر آجائیں۔

اس سال خاص خاص لوگوں میں خط وکتابت کے ذریعہ تبلیغ کا سلسلہ جاری کیا گیا۔ اگرچہ افسوس ہے کہ متعلقہ صیغہ اس طرف پوری توجہ نہیں دے سکا مگر پھر بھی کئی ایسے لوگ جو پروفیسر ہیں اور عالم سمجھے جاتے ہیں ان سے خط وکتابت کی گئی ایسے لوگوں کی تعداد سَو کے قریب قریب ہے۔ میرا منشاء ہے کہ اس سلسلہ کو وسیع کیا جائے اور اہل علم اور سمجھدار لوگوں تک اسلام کی

حقیقت پہنچادی جائے تاکہ مسلمانوں میں ایک مضبوط جماعت پیدا ہو جائے۔

پچھلے سال مالی حالت بہت کمزور تھی مگر جماعت نے مجلس مشاورت پر جو وعدہ کیا اسے بڑی دیانتداری سے پورا کیا اور یک لخت اس طرح ترقی ہوئی کہ بہت کچھ کمی پوری ہو گئی گو سال کے آخری مہینہ میں کمی رہی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ۹ مہینے کے بعد دوستوں کو وعدہ بھول گیا مگر مؤمن جو وعدہ کرتا ہے اسے کبھی نہیں بھولا کرتا۔ جماعت کو چاہئے کہ ہر وقت دین کے لئے قربانی کرنے کے لئے تیار رہے اور اپنا قدم آگے ہی آگے بڑھائے اگر یہی جوش جاری رہے جو اس سال دکھایا گیا ہے تو ایک دو سال کے اندر تمام فنڈز کے قرضے دُور ہو سکتے ہیں اور ایسی سہولت پیدا ہو سکتی ہے کہ چندہ خاص لینے کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔

اس سال ریزرو فنڈ کے قیام کی تجویز کی گئی تھی مگر جماعت نے اس کی طرف بہت کم توجہ کی ہے اور بہت تھوڑی رقمیں آئی ہیں اتنی بھی نہیں جو ہنگامی بوجھ کو برداشت کر سکتیں۔ ساری رقم دس ہزار کے قریب جمع ہوئی اور اس سے زیادہ ٹریکٹوں، اشتہاروں اور مبلّغوں کے دوروں پر خرچ ہو گئی اس طرح ریزرو فنڈ کی تحریک آئندہ کے لئے ریزرو رہ گئی۔ امید ہے دوست اب اس کی طرف توجہ کریں گے تاکہ یہ فنڈ قائم ہو جائے۔

اس سال تبلیغی کام جو بیرونی ممالک میں ہوا اس میں مسلم پولیٹیکل لیگ لنڈن کا قیام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ میں نے یہ دیکھ کر کہ مسلمانوں کے حقوق اور مطالبات انگریزی قوم سے مخفی ہیں احمدی مبلّغوں کو لندن میں مسلم پولیٹیکل لیگ قائم کرنے کا حکم دیا ہے جو قائم ہو گئی اور اس نے اپنا کام شروع کر رکھا ہے۔ اسی طرح ایک دوست کو ولایت میں پولیٹیکل کام کرنے کی خدا تعالیٰ نے توفیق دی۔ اگرچہ وہ پنجاب کونسل کے مسلمان ممبروں کی طرف سے گئے تھے مگر ان کا تعلق ہماری جماعت سے ہے اور انہوں نے بہت کام کیا ہے وہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب ہیں ان کو خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے حقوق کے متعلق ولایت میں کام کرنے کی توفیق بخشی۔

اس سال انگلستان میں ایسے لوگ مسلمان ہوئے ہیں جو علمی لحاظ سے خاص حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ایسے ہی اور لوگ سلسلہ کے متعلق واقفیت حاصل کر رہے ہیں ان میں سے کئی ایک تیار ہیں کہ داخلِ سلسلہ ہو جائیں۔

امریکہ میں بھی بہت اچھا کام ہوا ہے۔ وہاں کے مبلّغ محمد یوسف خان صاحب ابھی واپس آئے ہیں۔ امریکہ میں کئی جگہ مشن قائم ہو گئے ہیں۔ کل ہی ایک امریکن کا خط آیا ہے جس نے لکھا ہے

کہ مشن قائم کرنے کے لئے جگہ لے لی گئی ہے اور لیکچروں کا انتظام کیا گیا ہے اس طرح خود کام کرنے والے لوگ وہاں پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ بات ابھی انگلستان میں پیدا نہیں ہوئی مگر امریکہ میں ایسے نو مسلم ہیں جو اپنے خرچ سے مکان لیتے، ٹریکٹ شائع کرتے اور لیکچروں کا انتظام کرتے ہیں۔

ایران میں بھی زیادہ اثر پیدا ہو رہا ہے۔ وہاں کے مبلّغ لکھتے ہیں کہ گوشہ گوشہ میں احمدیت کا چرچا ہو رہا ہے۔ وہاں بعض اخبارات میں ہماری اس تحریک کا جو اس سال جاری کی گئی ذکر کیا گیا ہے اور لکھا گیا ہے کہ مسلمانوں کو احمدیوں کی تقلید کرنی چاہئے۔ شام میں بھی بہت کامیابی ہوئی ہے حال ہی میں ایک بڑے پیر کا لڑکا جماعت میں داخل ہوا ہے اس کا باپ فوت ہو گیا ہے اس لئے مریدوں نے اسے لکھا کہ آکر اپنے باپ کی گدی کو سنبھالو مگر اس نے ان لوگوں کو کہا کہ تم اپنے نمائندے میرے پاس بھیجو۔ میں تمہیں یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ مسیح موعود آگیا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ ان لوگوں کو توفیق دے اور وہ ایمان لے آئیں تو وہ ایک جنگی قوم ہے کئی طریق سے مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ اس میں سے کئی ہزار آغا خانی ہو چکے ہیں اور کئی ہزار ابھی باقی ہیں۔

اس کے ساتھ یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ وہاں سے ایک افسوس ناک تار بھی آیا ہے وہاں سے بہت سے خط آتے تھے کہ احمدیت کی اشاعت کے ساتھ ساتھ دشمنی بھی بڑھ رہی ہے اور لوگ احمدیوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اب معلوم ہوا ہے کہ مولوی جلال الدین صاحب مبلّغ کو خنجر کے ساتھ زخمی کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لئے تار دیا گیا تھا جس کا ابھی تک کوئی جواب نہیں آیا۔ دوستوں کو چاہئے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ہمارے بھائیوں کی حفاظت کرے۔

افریقہ میں بھی اس سال اچھا کام ہوا ہے کئی جگہ نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔ وہ لوگ تعلیم میں ترقی کر رہے ہیں۔ گورنمنٹ نے ہمارے مبلّغ کی تعلیمی کوششوں کو قابل تعریف قرار دیا ہے اور ایڈ (AID) دینی شروع کر دی ہے۔

سماٹرا میں کئی سو کی جماعت پیدا ہو گئی ہے۔ ان لوگوں میں کئی اچھے آسودہ حال لوگ ہیں جو مالی طور پر بھی خدمت کر رہے ہیں وہاں کے پچیّس تیس طالب علم یہاں قادیان میں تعلیم پا رہے ہیں۔ وہاں انہی ایام میں مولوی رحمت علی صاحب سے مباحثہ ہو رہا ہے جس کے لئے کئی سو علماء جمع ہوئے ہیں اس مباحثہ میں کامیابی کے لئے بھی دوستوں کو دعا کرنی چاہئے۔ اس مباحثہ میں گورنمنٹ کی طرف سے آدمی مقرر کئے گئے ہیں جو روئداد لکھیں گے۔

روس کی تبلیغ میں گو وقفہ پڑ گیا ہے مگر پچھلے سال وہاں کے مبلّغ محمد امین خان صاحب کے متعلق جو خطرہ تھا وہ دور ہو گیا ہے اور وہ یہاں بخیریت آگئے ہیں صوفی غلام محمد صاحب بھی اسی سال ماریشس سے واپس آئے ہیں جہاں وہ گیارہ سال رہے جب وہ گئے تھے اس وقت وہاں ایک احمدی تھا مگر اب خدا کے فضل سے ہزار کے قریب ہیں اور کئی جگہ انہوں نے اپنی مساجد بنالی ہیں

ان خوشیوں کے ساتھ ایک رنج کی بات کا بھی ذکر کرتا ہوں۔ یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ خوشی کے ساتھ رنج بھی ہوتا ہے اور چار خوشیوں کے ساتھ ایک رنج کا ہونا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر سے بھی ثابت ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں ؎

غموں کا ایک دن اور چار شادی

ہماری ان فتوحات اور کامیابیوں کو دیکھ کر جو خدا تعالیٰ نے عطا کیں وہ لوگ جن سے سلسلہ کی عظمت نہیں دیکھی جاتی فتنے کھڑے کرنے میں لگ گئے تا کہ ہمیں کچل دیں مگر جسے خدا رکھے اسے کون کچل سکتا ہے۔ ایسی باتیں الٰہی سلسلوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی سنت کے ماتحت لگی ہی رہتی ہیں ان سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ ہمارا فرض کام کرنا ہے دشمنوں کی شرارتوں سے گھبرانا ہمارا کام نہیں جو چیز خدا تعالیٰ کی ہو اسے وہ خود غلبہ عطا کرے گا۔ عبدالمطلب رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دادا کا واقعہ لکھا ہے کہ گورنر یمن نے مکہ پر اس لئے حملہ کیا کہ اس معبد کو توڑ دوں لیکن مکہ پہنچ کر اس کے خیال میں نرمی پیدا ہو گئی اور مکہ والوں کو اس نے کہلا بھیجا کہ اپنے میں سے بڑے بڑے آدمیوں کو بھیجو میں ان سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے عبدالمطلب کو بھیجا جنہوں نے اس سے ایسی معقول گفتگو کی کہ وہ بہت متاثر ہوا۔ اس پر اس نے کہا آپ مجھ سے کچھ مانگنا چاہیں تو مانگیں اس سے اس کی غرض یہ تھی کہ وہ کہیں گے مکہ پر حملہ کرنا چھوڑ دو اور میں چھوڑ دونگا۔ اس طرح میری عزت رہ جائے گی مگر انہوں نے کہا میرا سَو (۱۰۰) اونٹ پھر رہا تھا جسے آپ کے آدمیوں نے پکڑ لیا ہے وہ چھوڑ دیں۔ یہ سن کر اس نے کہا میرے دل میں آپ کی پہلی گفتگو سے بڑی وقعت پیدا ہو گئی تھی مگر اب بدظنی پیدا ہو گئی ہے کہ آپ کیسے ادنیٰ خیال کے آدمی ہیں۔ انہوں نے کہا میں ادنیٰ خیال کا آدمی نہیں ہوں میں نے تو آپ کو یہ بتایا ہے کہ جب مجھے اپنے اونٹوں کا فکر ہے تو کعبہ جو خدا کا گھر ہے کیا اس کی خدا کو فکر نہ ہوگی وہ خود اسے بچائے گا اور اس کی حفاظت کے سامان پیدا کرے گا۔ غرض اللہ تعالیٰ اپنی چیزوں کی آپ حفاظت کرتا ہے۔ اگر سلسلہ احمدیہ کسی بندہ کا سلسلہ ہوتا تو اتنا کہاں چل سکتا تھا۔ یہ خدا کا ہی سلسلہ ہے وہی اس کی پہلے حفاظت کرتا رہا ہے اور

وہی آئندہ کرے گا۔

اس فتنہ کی تفصیل یہ ہے کہ جیسا کہ ہمارے دوستوں نے اخبار میں پڑھا ہو گا۔ ایک مقدمہ پچھلے دنوں میرے خلاف کیا گیا کہ گویا میں نے آدمی مقرر کئے تھے کہ بعض لوگوں کو مروا دوں۔ یہ وہ لوگ تھے جو مشین سیویاں کی دکان سے تعلق رکھتے ہیں اور انہیں کی طرف سے یہ مقدمہ کیا گیا تھا۔ دوسرا مقدمہ یہ تھا کہ آئندہ کے لئے میری ضمانت لی جائے۔ یہ مقدمہ مجھ پر اور محمد امین خان صاحب پر تھا۔ اس کے بعض حصوں میں چوہدری فتح محمد صاحب اور نیک محمد خاں صاحب افغان کو بھی شامل کیا گیا۔ مجھے ان لوگوں کے واقعہ پر اس اندھے کی مثال یاد آتی ہے جو ایک سوجاکھے کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھا تھا۔ اندھے نے یہ سمجھا کہ سوجاکھا جلدی جلدی کھانا کھاتا ہو گا۔ یہ خیال کر کے اس نے بھی جلدی جلدی کھانا شروع کیا۔ پھر اس نے سمجھا میرا جلدی جلدی کھانا تو اس نے دیکھ لیا ہو گا اور اس پر اس نے مجھ سے بھی زیادہ جلدی کھانے کی کوئی اور ترکیب نکالی ہو گی مجھے بھی کوئی اور طریق اختیار کرنا چاہئے اس پر وہ دونوں ہاتھوں سے کھانے لگ گیا۔ پھر اسے خیال آیا یہ بات بھی اس نے دیکھ لی ہو گی اور اب اس نے کوئی اور ڈھنگ نکالا ہو گا مجھے بھی کچھ اور کرنا چاہئے۔ اس پر اس نے ایک ہاتھ سے کھانا شروع کیا اور دوسرے ہاتھ سے دامن میں ڈالنے لگ گیا مگر اس پر بھی اس کی تسلی نہ ہوئی اور اس نے سمجھا اس طرح بھی میں پیچھے رہ جاؤں گا مگر کوئی اور ترکیب اسے یاد نہ آئی اس پر وہ کھانے کا برتن پکڑ کر بیٹھ گیا کہ تم نے کھالیا ہے اب میرا حصہ ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا تھا مگر ان کو کیا معلوم کہ جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سب قدرتیں رکھتا ہے اور وہ اپنے بندوں کی خود حفاظت کرتا ہے انہیں کوئی ناجائز طریق اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ قتل کرانا تو بڑی بات ہے میں نے ان کے لئے کبھی بددعا بھی نہیں کی مگر انہوں نے اپنے اوپر قیاس کیا۔ پچھلے دنوں بعض وجوہ سے جو خیالی طور پر گھڑی گئیں ان میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کے خلاف کوشش کی جارہی ہے ان لوگوں نے بعض ایسی وجوہات سے جو اخبار میں بھی بیان کر دی گئی ہیں کئی قسم کی ناجائز حرکات کیں۔ ان کو ایک تو اس بات کا غصہ تھا کہ ان میں سے ایک کی شادی اس جگہ نہ ہوئی جس جگہ شادی کرانے کے لئے وہ کہتا تھا پھر اسی جگہ اس کے داماد نے شادی کر لی۔ جو لوگ اخلاق میں گر جاتے ہیں وہ اپنے بُغض کا بدلہ غیر اخلاقی طور پر لینے کے درپے ہو جاتے ہیں اس وجہ سے انہوں نے ایسی باتیں کرنی شروع کیں جو الزامات اور اتہامات سے تعلق رکھتی ہیں۔ مجھے جب اس کے متعلق اطلاع ہوئی تو میں نے باپ بیٹے کو بلایا اور کہا سنا ہے تم لوگ

اس قسم کی باتیں کرتے ہو۔ مذہبی لحاظ سے نہ سہی مگر تم جانتے ہو کہ میرا خاندان اس قصبہ کا واحد مالک ہے میں تمہاری نیت کو نیک ہی سمجھ لوں اگر تم کسی گاؤں جاکر وہاں کے واحد مالک کے متعلق نہیں بلکہ دس گھماؤں زمین رکھنے والے زمیندار پر ہی کوئی اتہام بلکہ اس کے متعلق کوئی سچا واقعہ ہی بیان کرو۔ یہاں اگر تم پنڈورے میں جاکر کسی چوہڑے کے متعلق بھی الزام لگانے کی جرأت نہیں کر سکتے اور ادہر ہمارے متعلق گندی اور ناپاک باتیں کرتے ہو۔ اس تمہارے اپنے فعل میں یہ اعتراف موجود ہے کہ میں نے تمہاری اس کمینگی کا بدلہ نہیں لینا اور اسی وجہ سے تم اس قسم کی جرأت کر رہے ہو۔ ورنہ یا تو تم کہہ دو کہ اس گاؤں میں کوئی اور ایسا شخص نہیں جس پر الزام لگ سکے۔ یا اگر یہ تسلیم کرتے ہو کہ الزام لگ سکتا ہے تو کیوں کسی اور کے متعلق اس طرح جرأت نہیں کرتے ہو۔ پس میرے خلاف جو باتیں تم بناتے ہو اس کی وجہ تمہاری سچائی نہیں بلکہ میری شرافت ہے۔ تم جانتے ہو کہ اگر کسی اور کے متعلق کوئی بات ہم کہیں گے تو وہ ہر طرح اس کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے گا۔ مگر میری طرف سے تم کو اس قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے تمہارا یہ طریق ہی میری شرافت کا اعتراف اور اپنی کمینگی کا اظہار ہے۔

اس وقت میرے سامنے انہوں نے کہا جو کچھ ہمارے متعلق کہا جاتا ہے یہ غلط ہے اور لوگ جھوٹ کہتے ہیں۔ پھر ایک نے اپنا خواب سنایا کہ مجھے بتلایا گیا ہے آپ سے دعا کراؤں۔ مگر مجھے معلوم ہوا لوگوں سے جاکر انہوں نے کہا ہماری تسلی کرنے کی کوشش کی گئی تھی مگر نہیں ہوئی اور اب عدالت میں جاکر یہ لکھایا کہ ہمیں کہا گیا تھا کہ باز آجاؤ ورنہ تمہیں سیدھا کر دیں گے۔

غرض ان لوگوں نے جو میرے سامنے ایسی باتیں کرنے سے انکار کر گئے تھے شرارت بڑھانی شروع کی۔ ان کی شرارتوں کے متعلق جن لوگوں نے مجھ سے ذکر کیا میں نے ان کی باتوں پر اعتبار نہ کیا لیکن جب شملہ میں ذکر ہوا تو مرزا عبدالحق صاحب پلیڈر نے جو مستری فضل کریم کے داماد ہیں بتلایا کہ عبدالکریم مستری فضل کریم کا بڑا لڑکا اس قسم کی باتیں کرتا پھرتا ہے۔ میں نے انہیں کہا آپ کو غلطی لگی ہو گی۔ انہوں نے کہا نہیں اس نے خود مجھ سے باتیں کی ہیں۔ تب ان لوگوں کی شرارت کا پورا علم ہوا۔

انہی ایام میں جب میں شملہ گیا تو ایک شخص نے ان کی بعض باتوں کے متعلق خط لکھا چونکہ ان دنوں یونٹی کانفرنس کی وجہ سے مجھے بہت کام تھا اس لئے میں نے اس کے جواب کو ملتوی کیا۔ مگر اس سے چڑ کر اس شخص نے ان باتوں میں زیادہ حصہ لینا شروع کر دیا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی

کہ حکام کو توجہ دلائی گئی کہ یہ ہمیں مروا ڈالیں گے گویا اس اندھے کی طرح انہوں نے کارروائی کرنی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ محمد امین خان صاحب کو ان دنوں ایک جگہ تبلیغ کے لئے بھیجا گیا تو ان لوگوں میں سے ایک نے اپنے رشتہ داروں کو اطلاع کی کہ محمد امین خان فلاں کو مارنے کے لئے آرہا ہے احتیاط کی جائے۔ جب میں شملہ سے واپس آیا تو ایک دن عشاء کی نماز کی سنتیں مَیں گھر میں پڑھنے لگا تھا کہ میاں عبدالوہاب حضرت خلیفہ اول کے لڑکے دوڑتے ہوئے آئے اور مجھے آواز دی اور بتایا کہ ان لوگوں میں اور محمد امین خان صاحب میں لڑائی ہو گئی ہے اور جو واقعہ دیکھا تھا بتایا جس میں ان لوگوں کی زیادتی ثابت ہوتی تھی۔ اسی وقت اتفاقاً ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب میری آنکھوں میں دوا لگانے کے لئے آگئے اور میں نے انہیں میاں بشیر احمد صاحب کے مکان پر بھیجا جہاں ایک کمیٹی ہو رہی تھی۔ وہ سب احباب وہاں آگئے اور میں نے ان میں سے بعض کو کہا کہ محمد امین خان صاحب کو سمجھائیں کہ اگر کوئی سختی بھی کرے تو وہ برداشت کریں اور اگر ان میں جوش پایا جائے اور معلوم ہو کہ وہ نصیحت پر عمل نہیں کر سکتے تو اسی وقت انہیں قادیان سے باہر بھیج دیا جائے تاکہ فساد نہ پیدا ہو۔ میں یہ بات کہہ ہی رہا تھا کہ اتنے میں باہر سے شور کی آواز آئی اور میں نے لوگوں کو بھیجا کہ باہر جا کر دیکھیں کیا ہوا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میاں عبدالوہاب صاحب نے پھر آکر بتایا کہ محمد امین خان صاحب اور زاہد میں جو مستری فضل کریم کا لڑکا ہے پھر لڑائی ہو گئی ہے۔ یہ سن کر میں نے اسی وقت مرزا عبدالحق صاحب مولوی عبدالمغنی صاحب اور شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کو مقرر کیا کہ وہ اس واقعہ کی تحقیقات کریں۔ جب انہوں نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے ایک منصوبہ کیا ہوا تھا اور وہ سارے جتھہ بنا کر عشاء کے بعد اس گلی میں بیٹھے ہوئے تھے جس سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا اور جو محمد امین خان کے گھر کو جاتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جب یہ لوگ افسروں کو اطلاعیں دے رہے تھے کہ ان کو مار ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے تو پھر اس جگہ عشاء کے وقت ان کے بیٹھنے کا کیا مطلب تھا جہاں انہیں کوئی کام نہ تھا اور پھر وہ میاں محمد امین خان کے مکان پر کیوں گئے تھے اس کے متعلق وہ کہتے ہیں ہم محمد امین کو سمجھانے کے لئے گئے تھے مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس سے انہیں خطرہ تھا کہ وہ ان میں سے کسی کو مار ڈالے گا۔ اب قابل غور بات یہ ہے کہ کیا جس سے یہ خطرہ ہوتا ہے کہ وہ مار ڈالے گا کیا اسے وہی لوگ سمجھانے جایا کرتے ہیں جنہیں خطرہ ہوتا ہے۔

غرض یہ فتنہ ہے جو پچھلے دنوں میں اٹھا ہے مگر جو فتنہ پیدا ہونا ہوتا ہے اس کے متعلق خدا

تعالیٰ پہلے ہی بتا دیتا ہے۔ اس فتنہ کے متعلق بھی کئی سال ہوئے ایک رؤیا مَیں نے دیکھی تھی اور وہ رؤیا کئی آدمیوں کو سنائی گئی تھی۔ پہلے وہ اور جگہ چسپاں کی گئی مگر یہاں بھی لگتی ہے وہ رؤیا میں نے شملہ میں ہی دیکھی تھی اور اسی کا یہ اثر تھا کہ میں اپنے ہر مضمون پر "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" کا فقرہ لکھتا ہوں۔ جو کچھ میں نے دیکھا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے۔ میں شملہ کی ایک وادی میں سے گزر رہا ہوں جہاں کئی طرح کے جِنّات ہیں اور وہ اشتعال انگیز طریق سے اپنی باتوں کی طرف مجھے متوجہ کرنا چاہتے ہیں اس وقت مجھے بتایا گیا کہ تم ان کی طرف متوجہ نہ ہونا اور "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" کہتے جانا۔

یہ ۱۹۱۳ء میں شملہ میں مجھے خواب آئی تھی جو غیر مبائعین کے فتنہ پر چسپاں کی گئی تھی۔ مگر اب جب کہ یہ فتنہ شملہ میں اٹھا اور میں اسی پہاڑی پر اترا ہؤا تھا جہاں ۱۴ سال قبل یہ خواب آئی تھی تو معلوم ہؤا کہ وہ اس فتنہ کے متعلق بھی تھی اور اس طرح خدا تعالیٰ نے پہلے ہی اس سے اطلاع دے دی تھی۔

مجھے ان لوگوں میں سے ایک نے لکھا ہے۔ اب دیکھیں گے کس طرح جماعت ترقی کرتی ہے اور یہ بھی طنزاً لکھا ہے کہ اب خوب چندے آئیں گے

(اس موقع پر حضور کی خدمت میں ایک تار پیش کیا گیا جسے پڑھ کر فرمایا)

ابھی برما سے تار آیا ہے کہ اگر فتنہ انگیزوں سے مباہلہ کیا جائے تو ہمیں بھی شامل کیا جائے۔ ان کو تو میں جزَاکُمُ اللّٰہُ کہتا ہوں مگر مباہلہ کا مطالبہ کرنے والوں سے کہتا ہوں۔ "ایاز قدر خود بشناس"۔ مباہلہ کے لئے بھی حیثیت ہونی چاہئے۔ چند سال ہوئے جب رام مورتی پنجاب میں آیا تو ایک چوہڑے نے اسے چیلنج دیا کہ اس کے ساتھ صبح سے لے کر شام تک جھاڑو دینے میں مقابلہ کرلے۔ اس کے متعلق اگر کوئی کہے رام مورتی نے بزدلی دکھائی کہ ایک چوہڑے کے مقابلہ میں جھاڑو نہ دیا تو یہ اس کی غلطی ہوگی۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے۔

یہ دعویٰ تو انسان کا ہے مگر اس کے برخلاف خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ شوکت و سلامتی سعادت اور ترقی کا زمانہ عنقریب آنے والا ہے۔ کہنے والے نے کہا ہے دیکھوں گا کس طرح جماعت ترقی کرتی ہے مگر میں بھی دیکھونگا میرے خدا کی بات پوری ہوتی ہے یا اس شخص کی۔

اس فتنہ میں کچھ اور لوگ مرد عورتیں بھی شامل ہیں۔ میں ان کا نام نہیں لینا چاہتا۔ اگر وہ باز نہ آئے تو ان کا اخراج بھی جماعت سے ضروری ہو گا مگر میں انہیں موقع دیتا ہوں کہ وہ اپنے نفس

کی اصلاح کریں ورنہ ہمارے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔

اب میں آئندہ کے لئے جو پروگرام ہے اس کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

سب سے اول اور ضروری چیز جس کی جماعت کو ضرورت ہے وہ اصلاح نفس ہے۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ نے سلسلہ احمدیہ اس لئے قائم کیا ہے کہ ہم اسلام کی حقیقی شکل دنیا میں ظاہر کریں اور یہ بغیر اس کے نہیں ہو سکتا کہ ہمارا خدا تعالیٰ سے کامل تعلق ہو، اس سے کامل محبت ہو اور ہم اس کے ہو جائیں۔ جب تک ہمیں یہ بات حاصل نہیں ہوتی ہمیں جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہماری تمام ترقیات وابستہ ہیں اصلاح نفس سے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی لئے آئے تھے کہ اسلام اور قرآن کی محبت ہمارے دلوں میں گاڑ دیں۔ پس میں جماعت کے دوستوں سے کہوں گا کہ وہ اصلاح نفس کریں خدا تعالیٰ کا عشق اور اس کی محبت ان کی رگ رگ میں داخل ہو جائے۔ یاد رکھنا چاہئے بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ سے کامل تعلق ہو کوئی کامیابی ہمیں حاصل نہیں ہو سکتی دنیوی لحاظ سے ہماری ہستی ہی کیا ہے۔ اسی مقدمہ کی خبر سن کر کئی دوستوں نے لکھا کہ ہماری بھوک بند ہو گئی اور نیند اُڑ گئی ہے۔ ایسا کیوں ہوا۔ اس لئے کہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے پاس حکومت نہیں طاقت نہیں اس لئے ہر شخص ہمارے خلاف جو چاہے کہہ سکتا ہے۔ پس دنیوی لحاظ سے ہماری کوئی ہستی ہی نہیں۔ اگر ہماری کچھ ہستی ہے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد کے ساتھ۔ پس اللہ تعالیٰ سے کامل محبت پیدا کرو تاکہ تمہارے لئے اس کی نصرت آئے اور تمہیں کامیابی حاصل ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک دفعہ مقدمہ ہوا۔ اور آپ کو خبر دی گئی کہ مجسٹریٹ بعض لوگوں سے سزا دینے کا وعدہ کر آیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب یہ خبر پہنچائی گئی تو آپ لیٹے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا مجسٹریٹ ہاتھ ڈال کر تو دیکھے خدا کے شیر پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں ہے۔[5] میں تمام دوستوں سے خواہش کرتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ کا شیر بننے کی کوشش کریں تاکہ ان پر کسی کے لئے ہاتھ ڈالنا آسان نہ رہے۔ اس وقت ہمارے پاس دنیوی سامان نہیں۔ ہم دنیوی فریب اور دھوکے بھی چھوڑ چکے ہیں۔ ہمارا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہے اس لئے ہمیں اللہ تعالیٰ سے کامل محبت اور کامل تعلق پیدا کرنا چاہئے۔

اس کے لئے نہایت ضروری بات قرآن کریم کا مطالعہ ہے۔ اصلاح نفس اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک قرآن کریم کا مطالعہ نہ ہو۔ قرآن جان ہے سارے تقویٰ وطہارت کی۔ قرآن

کریم کی ایک ایک آیت قلب میں وہ تغیر پیدا کر دیتی ہے جو دنیا کی ہزاروں کتابیں نہیں کر سکتیں۔

قرآن کریم پڑھنے کا بہترین طریق یہ ہے کہ درس جاری کیا جائے۔ بہت سی ٹھوکریں لوگوں کو اس لئے لگتی ہیں کہ وہ قرآن کریم پر تدبر نہیں کرتے۔ پس ضروری ہے کہ ہر جگہ قرآن کریم کا درس جاری کیا جائے اگر روزانہ درس میں لوگ شامل نہ ہو سکیں تو ہفتہ میں تین دن سہی اگر تین دن بھی نہ آسکیں تو دو دن ہی سہی۔ اگر دو دن بھی نہ آسکیں تو ایک ہی دن سہی مگر درس ضرور جاری ہونا چاہئے تاکہ قرآن کریم کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو۔ اس کے لئے بہترین صورت یہ ہے کہ جہاں جہاں امیر مقرر ہیں وہاں وہ درس دیں۔ اگر کسی جگہ کا امیر درس نہیں دے سکتا تو وہ مجھ سے اس بات کی منظوری لے کہ میں درس نہیں دے سکتا درس دینے کے لئے فلاں آدمی مقرر کیا جائے یہ نہیں کہ وہ خود ہی اپنے متعلق فیصلہ کر لے۔ کئی لوگ اپنے متعلق آپ ہی فتویٰ دے لیتے ہیں اور اپنا بوجھ دوسرے پر ڈال دیتے ہیں۔ ہر جگہ کے امیر کا فرض ہے کہ وہ خود درس دے اگر نہیں دے سکتا تو مجھے لکھے میں اور آدمی مقرر کرونگا یا اسے ہی درس دینے کے قابل سمجھوں گا تو کہوں گا وہ خود دے۔ تمام امراء کو جنوری کے مہینہ کے اندر اندر مجھے اطلاع دینی چاہئے کہ درس کے متعلق انہوں نے کیا فیصلہ کیا ہے اور درس روزانہ ہو گا یا دوسرے دن یا ہفتہ میں دو بار یا ایک بار۔ میں سمجھتا ہوں درس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں قرآن کریم کی محبت راسخ ہو جائے گی اور بہت سے فتن کا آپ ہی آپ ازالہ ہو جائے گا۔

دوسری تجویز یہ ہے کہ ایک دفعہ میں نے اعلان کیا تھا قرآن کریم کا درس دیا جائے گا اور اس کے مطابق اگست ۱۹۲۲ء میں دس پاروں کا درس دیا گیا جس میں باہر سے ساٹھ ستّر کے قریب دوست شامل ہوئے تھے۔ اب اعلان کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی صحت اور زندگی بخشی تو اس دفعہ جولائی کے مہینہ میں پھر دس پاروں کا گیارہویں سے لے کر بیسویں تک کا درس دوں گا جو لوگ شامل ہونا چاہیں جنوری میں ہی اطلاع دے دیں۔ کم از کم پچاس دوست باہر سے آئیں گے تو درس دوں گا۔ اس طرح تین سال کے اندر اندر باہر کی جماعتوں کے امراء اور دوسرے لوگ قرآن کریم کی موٹی موٹی باتیں سیکھ سکتے ہیں۔

اصلاح نفس کے لئے دوسری چیز یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ کیا جائے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ لوگ باقاعدہ حضرت صاحب کی کتب کا مطالعہ نہیں کرتے۔ اگر ہر ایک احمدی یہ فیصلہ کر لے کہ حضرت صاحب کی کسی کتاب کا روزانہ کم از کم

ایک صفحہ کا مطالعہ کیا کروں گا تو اس کا بہت بڑا فائدہ ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کُتب میں وہ روشنی اور وہ معارف ہیں جو قرآن کریم میں مخفی طور پر بیان ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی اپنی کُتب میں تشریح فرمائی ہے حتیٰ کہ ایک ادنیٰ لیاقت کا آدمی بھی انہیں سمجھ سکتا ہے۔ اس وجہ سے آپ کی کُتب میں بھی وہ نور اور ہدایت ہے جو قرآن کریم میں ہے۔ قرآن کریم کو یہ فوقیت ہے کہ وہ خود خدا تعالیٰ کے الفاظ میں ہے۔

پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ ہر ایک احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کُتب میں سے کم از کم ایک صفحہ روزانہ پڑھا کرے۔ عیسائی انجیل کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان لوگوں کو چھوڑ کر جو علی الاعلان دہریہ ہیں باقی سب اسے پڑھتے ہیں۔ وہ رات کو اپنے بچوں کو سونے نہیں دیتے جب تک کہ دعا نہ کرالیں پھر کتنے افسوس کی بات ہے کہ جن کو دہریہ اور بے دین اور کیا کیا کہا جاتا ہے وہ تو اپنی اس مذہبی کتاب کا مطالعہ نہیں چھوڑتے جس میں بہت کچھ تغیّر و تبدّل ہو چکا ہے مگر آپ لوگ جن کو تازہ کتابیں ملی ہیں آپ انہیں نہیں پڑھتے کم از کم ایک صفحہ روزانہ ضرور پڑھنا چاہئے۔

دوسری بات اس سال کے پروگرام میں یہ رکھی جاتی ہے کہ منافقین کا اس سال مقابلہ کرنا چاہئے جو کئی جگہ پائے جاتے ہیں وہ ظاہر میں جماعت کے ساتھ ملے رہتے ہیں مگر باطن میں دشمن ہیں لیکن یاد رکھنا چاہئے اسلام یہ اجازت نہیں دیتا کہ شر کا مقابلہ شر سے کیا جائے اور جھوٹ کے مقابلہ میں جھوٹ اختیار کیا جائے۔ خواہ کچھ ہو جائے حتیٰ کہ جان بھی چلی جائے تو بھی شرارت کے مقابلہ میں شرارت نہیں کرنی چاہئے۔ جب میں یہ کہتا ہوں کہ منافقوں کا مقابلہ کرنا چاہئے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ان کے حالات اور ان کی شرارتیں معلوم کی جائیں اور ان سے جماعت کو آگاہ کیا جائے۔

منافق کی ایک موٹی علامت یہ یاد رکھو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتائی ہے کہ وہ جماعت کی عیب گیری کرے گا وہ کھلے طور پر کہے گا کہ جماعت خراب ہو گئی ہے جماعت بگڑ گئی ہے جو شخص بھی یہ کہتا ہو کہ جماعت خراب ہو گئی ہے سمجھ لو کہ وہ منافق ہے اگر کسی کے پاس ثبوت ہو تو اسے یہ تو حق ہے کہ کہے زید بگڑ گیا ہے یا بکر بگڑ گیا ہے اور اگر سنی سنائی بات ہے تو زید و بکر کے متعلق بھی کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے۔ اول تو اخلاقی لحاظ سے یہ بھی جائز نہیں کہ کسی کے متعلق اس طرح کہا جائے لیکن جو زید و بکر کا نام نہیں لیتا اور نہ کوئی واقعہ پیش کرتا ہے بلکہ یونہی کہتا

ہے کہ جماعت بگڑ گئی ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حملہ کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فوت ہوئے ابھی چند سال ہوئے ہیں ترقیات کا زمانہ ابھی آیا نہیں اگر جماعت بگڑ گئی ہے تو آپ خدا کے سچے مأمور کس طرح ہو سکتے ہیں۔ پس وہ شخص جھوٹا ہے جو یہ کہتا ہے کہ جماعت بگڑ گئی ہے دراصل اس کا اپنا ایمان بگڑ گیا ہے جس شخص کا جگر خراب ہو جائے وہ جو چیز کھائے اسے کڑوی لگتی ہے مگر تندرست آدمی کڑوی کو کڑوی اور میٹھی کو میٹھی کہتا ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ساری جماعت خراب ہو گئی ہے یقیناً اس کے اندر بیماری پیدا ہو گئی ہے وہ شخص جو سفید کو سفید اور کالے کو کالا دیکھتا ہے وہ تو تندرست ہے مگر جو یہ کہتا ہے کہ ساری دنیا لال رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہے اس کی آنکھ میں نقص ہے کہ اسے ایسا نظر آتا ہے۔

مجھ سے پوچھا گیا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ غیر مبائع سارے کے سارے خراب ہو گئے ہیں تو اسے یہ کہنے کا حق ہے یا نہیں۔ میں جو بات بیان کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ جس جماعت کو کوئی شخص راستی پر سمجھ کر اس میں داخل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنے آپ کو بھی اسی کا ایک فرد قرار دیتا ہے اس کے متعلق اگر کہتا ہے کہ وہ ساری کی ساری خراب ہو گئی ہے تو یہ کہنے والا منافق ہے۔ مگر جس فرقہ کو کوئی ناراستی پر سمجھتا ہے اس کے متعلق وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کے عقائد درست نہیں ہیں اور وہ عقائد کے لحاظ سے خراب ہو گئے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی غیر احمدیوں کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ناراستی پر ہیں اگر کوئی شخص غیر مبائع ہو اور پھر ہماری جماعت کو عقائد کے لحاظ سے ناراستی پر کہے تو اسے ہم منافق نہیں کہیں گے۔ مگر میں تو کسی کے متعلق بھی یہ کہنا جائز نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی خوبی نہیں رہی۔ دہریوں میں بھی کوئی نہ کوئی خوبی پائی جاتی ہے۔ پس اگر کوئی یہ کہے کہ عقائد میں غیر مبائع بگڑ گئے ہیں تو یہ صحیح ہو گا۔ مگر اگر کوئی یہ کہے کہ وہ اخلاق کے لحاظ سے بالکل بگڑ گئے ہیں اور ان میں کوئی خوبی نہیں رہی تو یہ غلط ہو گا۔ پس ایسا شخص جو جماعت میں ہونے کا دعویٰ کرتا ہوا یہ کہتا ہے کہ جماعت بگڑ گئی ہے۔ اس کے متعلق مقامی جماعت کے امیر کو اور مرکز میں اطلاع دینی چاہئے۔

منافق کی ایک اور علامت یہ ہے کہ وہ دوسروں کی طرف بات منسوب کر کے بیان کرتا ہے مثلاً یوں کہتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں فلاں میں یہ عیب پایا جاتا ہے۔ جو شخص اس طرح الزامات اور اتہامات پھیلاتا ہے۔ گو وہ ان کا بیان کرنا دوسروں کی طرف منسوب کرتا ہے پھر بھی وہ فتنہ انگیز

ہے۔ اس کا فرض ہے کہ اگر کسی میں کوئی عیب دیکھتا ہے یا کسی کے متعلق کوئی الزام سنتا ہے تو امیر کے پاس جائے اور اسے بتائے کہ فلاں آدمی یہ بات کہتا ہے تا کہ وہ اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کر سکے نہ کہ وہ خود اس قسم کی باتوں کو پھیلاتا رہے۔ حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ منافق کی علامت ہے۔ چنانچہ آتا ہے۔ مَنْ قَالَ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَاَ هْلَكَهُمْ[6] جس نے کہا کہ لوگ بگڑ گئے وہی ان کو بگاڑنا چاہتا ہے اور وہ منافق ہوتا ہے

اس قسم کی باتیں کرنے والے اسی وقت پیدا نہیں ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی ایسے لوگ تھے اخباروں میں اس قسم کے لوگوں کی باتیں موجود ہیں میں نے ابھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے ایک الحکم میں لکھا دیکھا ہے کہ مالیر کوٹلہ کے ایک شخص کے متعلق اعلان کیا گیا تھا کہ وہ منافق ہے اور کہتا پھرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو اچھے ہیں مگر جماعت بگڑ گئی ہے۔

دراصل ایسے لوگوں کا یہ محض بہانہ ہوتا ہے تا کہ لوگ سمجھیں وہ سلسلہ سے اخلاص رکھتے ہیں مگر جو برائی دیکھتے ہیں اسے بیان کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت ڈاکٹر عبدالحکیم نے بھی لکھا تھا کہ مولوی نورالدین صاحب اور ایک دو اور آدمی اچھے ہیں باقی سارے خراب ہو گئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے لکھا تم خود بگڑ گئے ہو ورنہ میری جماعت میں ہزاروں ایسے ہیں جو صحابہ کا نمونہ ہیں۔ پس ایسے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت بھی پائے جاتے تھے۔ ان کے متعلق خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے مگر اس کے ساتھ ہی میں ایک نصیحت بھی کرتا ہوں اور وہ یہ کہ میرے اس کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ امراء اور دوسرے ذمہ دار لوگ احمدیوں کی کمزوریوں اور عیوب سے آنکھیں بند کر لیں جس طرح یہ کہنے سے کہ سارے لوگ گندے ہو گئے ہیں عیوب پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ کہنے سے کہ سارے کے سارے اعلیٰ درجہ کے متقی ہیں کسی میں کوئی کمزوری نہیں گند پیدا ہو جاتا ہے۔ جو عیوب ظاہر میں نظر آئیں ان کے دور کرنے کا انتظام کرنا چاہئے۔ ہاں تجسس اسلام میں جائز نہیں۔ منافق افراد کے نقائص کو افراد تک نہیں محدود سمجھتا بلکہ وہ ساری جماعت پر الزام لگاتا ہے اس کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ امراء اور سیکرٹریان تربیت خاص طور پر خیال رکھیں۔ اور اگر کسی میں ظاہر طور پر کوئی نقص نظر آئے تو اسے علیحدگی میں محبت اور پیار سے سمجھائیں خصوصیت سے ان باتوں کی نگرانی کریں۔

(ا) اولاد کی تربیت۔ اس وقت تک اس کی طرف پورے طور پر توجہ نہ کرنے کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ کئی شخص جو بہت مخلص تھے ان کی اولاد بگڑ گئی۔ ابھی میں نے ایک خان بہادر صاحب کے متعلق جو بہت مخلص تھے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ان کی اولاد کو سلسلہ سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ بعض لوگ اپنی اولاد کی تربیت کرنے میں خود بھی سستی اور کوتاہی کرتے ہیں اس لئے اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ جو لوگ فوت ہو جائیں ان کی اولاد کی نگرانی کی جائے اور جو زندہ ہوں مگر اولاد کی تربیت میں سستی کرتے ہوں انہیں اس طرف توجہ دلائی جائے۔

ابھی چند دن ہوئے ایک شخص نے مجھے لکھا کہ ہیڈ ماسٹر نے اس کے لڑکے کے قتل کرانے کی تجویز کی تھی جو کہ بڑی مشکل سے جان بچا کر پہنچا ہے مگر یہ واقعہ بالبداہت غلط تھا لیکن میں نے اس کی تحقیقات کی۔ کہا گیا تھا کہ شیخ عبدالرحیم صاحب نے اسے بچایا تھا۔ میں نے اس لڑکے کو بلایا اور شیخ عبدالرحیم صاحب سے بھی پوچھا انہوں نے کہا میں تو اس دن کہیں گیا ہی نہیں لڑکے کو بچانا کیسا۔ لڑکے سے پوچھا تم نے کیا لکھا تھا اس نے کہا میں نے تو خط لکھا ہی نہیں میرے بھائی نے لکھ دیا ہو گا۔ جب اس کے بھائی سے پوچھا تو اس نے بھی کہا میں نے نہیں لکھا مگر اس کے باپ نے یہاں تک یقین کر لیا تھا کہ ہیڈ ماسٹر صاحب کے متعلق گالیوں کی ایک فہرست لکھ کر کہا کہ ایسے آدمی کو کیوں رکھا گیا ہے۔ تو ایسے واقعات ہو جاتے ہیں کہ ماں باپ بچوں کی تربیت پورے طور پر نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کو سمجھانا چاہئے کہ اگر تمہارے بچوں کی اچھی تربیت نہ ہوئی تو اس میں تمہارا ہی نقصان ہو گا اور اچھی تربیت کرنے سے تمہیں ہی فائدہ پہنچے گا۔ پس بچوں کی تربیت کا ہر جگہ دوست خاص طور پر خیال رکھیں اور اب جو ان کی طرف سے رپورٹیں آئیں ان میں بچوں کی تربیت کا خاص طور پر ذکر ہو۔

دوسرے آپس کے معاملات کے متعلق خاص طور پر خیال رکھا جائے اگر کوئی ایک شخص بد معاملگی کرتا ہے تو سب کے متعلق چرچا ہو جاتا ہے۔ ایسی باتوں کو روکنے کے لئے ہر طرح انتظام اور کوشش کرنی چاہئے۔ مثلاً اگر کوئی مجبوری کی وجہ سے قرضہ نہ ادا کر سکتا ہو تو سارے مل کر اس کا قرضہ ادا کر دیں۔ آج صبح ہی یہ ذکر ہو رہا تھا کہ شادی غمی کے موقع پر جو نیوتہ کا طریق تھا وہ بھی بہت مفید تھا۔ ایسے موقعوں پر خرچ کی ضرورت ہوتی ہے اور نیوتہ کام آجاتا ہے مگر بعد میں اس میں بھی خرابیاں پیدا کر دی گئیں۔ پس اگر کوئی احمدی واقعی مجبوری کی وجہ سے قرضہ ادا نہیں کر سکتا تو جماعت کے لوگ مل کر اس کا قرضہ ادا کر دیں پھر جب کسی اور کو ضرورت ہو تو اس کی امداد کر دی

جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت ایسا کیا گیا تھا۔ ایک شخص پر سات سو روپیہ قرض تھا جس میں اس کی زمین گروی تھی۔ دوستوں نے یہ روپیہ جمع کر دیا اور اس نے زمین چھڑالی پھر یہ روپیہ ادا بھی کر دیا۔

تیسری ضروری چیز برادرانہ ہمدردی ہے۔ اس پر بھی خاص طور پر زور دینا چاہئے یعنی مصیبت اور مشکل کے وقت اپنے بھائیوں کی مدد کرنی چاہئے۔ بعض دفعہ بعض لوگوں کو بڑا ابتلاء آجاتا ہے گو یہ کمزوری ایمان کا نتیجہ ہوتا ہے مگر اس میں شک نہیں کہ ابتلاء آتا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص بیمار پڑے اور کوئی اسے پوچھنے نہ آئے تو وہ ابتلاء میں پڑ جاتا ہے۔ کسی کے نہ آنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اسے بیماری کا پتہ ہی نہ ہو اس لئے یہ تجویز کرنی چاہئے کہ ہفتہ میں دو دن دوستوں کے ہاں جانے کے لئے مقرر کر لینے چاہئیں اور اس طرح باری باری سب دوستوں کے ہاں چکر لگاتے رہنا چاہئے۔ جہاں جماعتیں تھوڑی تعداد میں ہیں اور دوست ایک دوسرے سے دور دور رہتے ہیں وہاں اس قسم کی تجویز کی زیادہ ضرورت ہے اور ایک دوسرے کا تعاون کرنا ضروری ہے۔ پس ایک اس خُلق کی خاص طور پر نگرانی ہونی چاہئے کہ ہفتہ میں ایک دو دن دوسروں کے گھروں پر جا کر ان سے ملاقات کی جائے اور ان کے حالات معلوم کئے جائیں تاکہ اگر کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہو تو دی جاسکے۔

چوتھی بات زبان کو قابو میں رکھنا ہے سخت کلامی بہت بڑا اثر ڈالتی ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آپس میں محبت ہوتی ہے مگر کوئی ناروا بات منہ سے نکل جاتی ہے جس سے فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر کسی دوست میں یہ عیب ہو تو اسے اس کے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

پانچویں بات نماز باجماعت کی طرف توجہ کرنا ہے۔ میں نے کئی بار دوستوں کو اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ بہت جگہ اصلاح بھی ہو گئی ہے مگر ابھی ایسی جگہیں باقی ہیں جہاں توجہ کی ضرورت ہے۔ ہماری کوئی ایک بھی جماعت ایسی نہیں ہونی چاہئے جہاں نماز باجماعت نہ ہوتی ہو۔ بڑے شہروں میں سارے دوست ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے یا ساری نمازوں میں نہیں پہنچ سکتے مگر پھر بھی کوشش کرنی چاہئے کہ جس نماز میں پہنچ سکیں پہنچا کریں۔

چھٹی بات یہ ہے کہ جماعت میں سے سستی اور کاہلی کو دور کیا جائے۔ سستی سے قوموں کو بڑا نقصان پہنچتا ہے۔ ہماری جماعت میں کئی لوگ ایسے ہیں جو کوئی کام نہیں کرتے حالانکہ اسلامی طریق یہ ہے کہ کسی کو بے کار نہیں رہنے دینا چاہئے۔ سیکرٹری صاحبان اس بات کا خیال رکھیں کہ کوئی

احمدی بے کار نہ رہے جن کو کوئی کام نہ ملے انہیں مختلف پیشے سکھلا دیئے جائیں۔ اگر کوئی شخص مہینہ میں دو روپیہ ہی کما سکتا ہے تو وہ اتنا ہی کمائے کیونکہ بالکل خالی رہنے سے کچھ نہ کچھ کمالینا ہی اچھا ہے۔ دیکھو حضرت علیؓ کس شان کے انسان تھے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے وقت گھاس کاٹ کر لاتے اور اسے فروخت کرتے تھے۔ تو کوئی کام جس سے کسب حلال ہو کرنے میں عار نہیں ہونی چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ کوئی احمدی بیکار اور سست نہ ہو۔

ساتویں بات یہ ہے کہ پچھلے دنوں کی کوششوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ مسلمانوں پر اتنی مُردنی چھائی ہوئی ہے کہ ان کی زندگی کی صورت ان کے احمدی ہونے میں ہی ہے۔ مسلمانوں کو دین سے بالکل بے توجہی ہے اور وہ دین کے لئے کوئی قربانی اور ایثار کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔ دین کے لئے اگر کوئی جماعت قربانی کرنے والی ہے تو وہ احمدی جماعت ہی ہے۔ پس اسلام کی ترقی اور باقی قوموں کی زندگی کے لئے ضروری ہے کہ دوسرے فرقوں کے لوگوں میں احمدیت کی تبلیغ کی جائے اور کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے لوگ اس پر ناراض ہوں۔ ہم انہیں کہتے ہیں تم ہمیں تبلیغ کرو ہم تمہیں کرتے ہیں۔ ہم اس بات کے لئے تیار ہیں کہ کسی مذہب کا کوئی شخص آئے اور اپنی باتیں ہمیں سنائے۔ اسی طرح ہمارا حق ہے کہ ہم اپنی باتیں ان کو سنائیں۔

یہ باتیں تربیت کے لحاظ سے ضروری ہیں اس کے بعد میں دوستوں کو ریزرو فنڈ کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اس فنڈ کو اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ بسااوقات ایسے واقعات ہیں کہ جو عام مسلمانوں سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کی طرف توجہ کرنا عام مسلمانوں کی بھلائی اور بہتری کے لئے ضروری ہوتا ہے مگر ہماری جماعت کا بجٹ چونکہ محدود ہوتا ہے اور ہم اپنے سلسلہ کی ضروریات سے اس قدر روپیہ نہیں بچا سکتے جس سے عام اسلامی معاملات کی درستی کے لئے کافی رقم نکال سکیں جیسے کہ شدھی کا مقابلہ یا تمدنی اور اقتصادی تحریکات ہیں یا ادنیٰ اقوام کی تبلیغ ہے اور چونکہ یہ کام اس قسم کے ہیں کہ انہیں ہم ہی بہتر کر سکتے ہیں کیونکہ ہمارے پاس تجربہ کار مبلغ اور کارکن موجود ہیں جو دوسری جماعتوں کے پاس نہیں۔ پس اگر ہم اس کام کو نہ کریں تو اسلام کو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہے اور اگر قرض لے کر کریں تو جماعت کی مالی حالت خراب ہو جاتی ہے اس وجہ سے ہم نے ۲۵ لاکھ ریزرو فنڈ کی تحریک کی ہے تاکہ اصل رقم محفوظ رہے اور اس کی آمد اہم کاموں پر خرچ کی جائے چونکہ یہ عام مسلمانوں سے تعلق رکھنے والے کاموں کے متعلق تحریک تھی اس لئے میں نے اجازت دی تھی کہ احباب دوسرے مسلمانوں کو بھی اس میں شامل کر لیں مگر جماعت نے اس کی

طرف پوری توجہ نہیں کی اور جہاں کی وہاں دوسرے مسلمانوں کی بے توجہی سے ہمارے دوست گھبرا گئے۔ حالانکہ ریزرو فنڈ میں علاوہ شدھی وغیرہ کا مقابلہ کرنے کے اور بھی کئی قسم کے فائدے ہیں۔ کیا یہی ایک بہت بڑا فائدہ نہیں ہے کہ جب تم کسی غیر احمدی کے پاس ریزرو فنڈ کے لئے جاؤ گے تو وہ پوچھے گا یہ کیسا فنڈ ہے اس پر اسے بتایا جائے گا کہ اس کی غرض اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں کے فوائد کی نگہداشت ہے۔ اس پر وہ پوچھے گا اس بات کا کیا اعتبار ہے کہ یہ فنڈ محفوظ رکھا جائے گا اور جو اغراض بیان کئے گئے ہیں ان کے لئے دیانتداری سے خرچ ہو گا اس پر اسے سلسلہ کا انتظام بتایا جائے گا اور اس طرح لوگ سلسلہ کے حالات سے واقف ہونگے۔ اور جو شخص انکار کرے گا اس کے پاس دوست پھر اگلے ماہ میں جائیں گے اور اس طرح جاتے جاتے تعلقات مضبوط ہو جائیں گے اور جو لوگ اس فنڈ میں حصہ لیں گے وہ جماعت کے کاموں اور اس کے نظام کی طرف بھی توجہ کریں گے اور حالات معلوم کریں گے اور اس طرح انہیں جماعت کی خدمات کا علم ہوتا رہیگا۔ میں سمجھتا ہوں اس ریزرو فنڈ کے لئے ضرور کوشش کرنی چاہئے اور چاہے ایک پیسہ بھی نہ ملے اس طرح لاکھوں آدمیوں سے تعلقات پیدا ہو جائیں گے۔ مگر سب لوگ ایک سے نہیں ہوتے۔ کئی لوگوں نے اس فنڈ میں روپیہ دیا بھی ہے اور جو لوگ روپیہ دیں گے پھر وہ دیکھیں گے کہ کس طرح وہ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اور اس کے لئے وہ ہمارا لٹریچر پڑھیں گے اور ان پر ہماری جماعت کی نیک نیتی کُھلتی جائے گی۔

میں سمجھتا ہوں اگر ہماری جماعت کا ایک ہزار آدمی اس بات کا ذمہ لے لے کہ سال میں سَو سے لے کر ہزار تک اس فنڈ کے لئے روپیہ جمع کر دے گا تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اور اگر سَو آدمی ایسا کھڑا ہو جائے جو ہزار سے لے کر پانچ ہزار تک سال میں جمع کر دے تو اچھی خاصی رقم جمع ہو سکتی ہے۔ اور ہماری جماعت میں خدا کے فضل سے ایسے آدمی موجود ہیں جو اتنا اثر رکھتے ہیں۔ اس سال چھٹیوں کے ایام میں ہمارے سکولوں کے طلباء ڈیڑھ ہزار کے قریب چندہ جمع کر کے لائے اگر کچھ طلباء جن کی تعداد سَو سے کم ہی ہو گی ایک ماہ میں ڈیڑھ ہزار روپیہ لا سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہماری جماعت کے باا ثر لوگ اس کام میں لگ جائیں تو انہیں کامیابی نہ ہو۔ چندہ لانے والے طلباء میں میرا لڑکا ناصر احمد بھی تھا جو ایک سو چھتیس روپیہ لایا تھا حالانکہ اسے کبھی اس سے پہلے دوسرے لوگوں سے چندہ لینے کا موقع نہ ملا تھا۔ اسی طرح حضرت خلیفہ اول کے لڑکے میاں عبدالمنان بھی چالیس پچاس روپیہ کے قریب لائے تھے۔

چونکہ یہ سب مسلمانوں سے تعلق رکھنے والے کاموں کے لئے چندہ ہے اس لئے اس کے طلب کرنے میں کوئی شرمندگی کی بات نہیں ہے۔ اگر کسی کا گھر گر رہا ہو تو اسے بنانے کے لئے اس سے گارا اور اینٹیں لینی منع نہیں بلکہ اس پر احسان ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے ذوالقرنین سے دیوار بنانے کے لئے کہا گیا تو اس نے کہا کہ سامان وغیرہ لاؤ اور سامان لے کر دیوار تیار کر دی [۷] حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے ذوالقرنین سے مراد حضرت مسیح موعود کا زمانہ ہے اور یہ پیشگوئی ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہو گا۔ [۸] ایسا موقع پیش آئے گا کہ زُبُرَ الْحَدِیْدِ ان لوگوں سے لینے ضروری ہوں گے اور ان کے ذریعہ ان کی حفاظت کا سامان کرنا ہو گا۔ پس اس وقت مسلمانوں کی حفاظت کے لئے سامان مہیا کرنے کے لئے ان سے چندہ لینا ضروری ہے۔ اگر سو آدمی ایسے کھڑے ہو جائیں۔ جو ایک ہزار سے لے کر پانچ ہزار تک چندہ جمع کریں تو بہت کچھ کام ہو سکتا ہے۔

(اس موقع پر احباب نے اپنے نام پیش کرنے شروع کئے کہ وہ ایک سَو سے لے کر ہزار تک یا ایک ہزار سے پانچ ہزار تک ریزرو فنڈ میں اس سال جمع کر کے داخل کریں گے۔ اس وجہ سے کچھ دیر کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تقریر کا سلسلہ بند کر دیا اور پھر فرمایا)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ اخلاص کا نمونہ ہے جس کا پورا ثبوت تو عمل سے ملے گا مگر نیت سے بھی اخلاص کا اظہار ہوتا ہے اور جب نیت سچے طور پر کی جاتی ہے تو خدا تعالیٰ اس کے پورا کرنے کی بھی توفیق عطا کر دیتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں احباب کے لئے اس چندہ کا جمع کرنا کوئی مشکل بات نہیں ہے ان کے سامنے طالب علموں کی مثال موجود ہے اگر ہمت کریں تو ۲۵ لاکھ چھوڑ پچاس لاکھ بھی جمع کر سکتے ہیں۔

اب چونکہ اس چندہ کے متعلق اتنا وقت لگ گیا ہے کہ اس کے فوائد بتانے کا موقع نہیں رہا اور ضرورت بھی معلوم نہیں ہوتی کیونکہ دوست اس کے فوائد سمجھ ہی گئے ہیں اسی لئے انہوں نے اس کے فراہم کرنے کے لئے نام لکھائے ہیں۔

اس سال جو تحریکیں کی گئیں ان میں سے ایک کے متعلق آئندہ کے لئے بھی خاص طور پر خیال رکھنے کی ضرورت ہے اور وہ تحریک چُھوت چھات کی ہے۔ اس کے متعلق میں نے عورتوں میں بھی بہت زور دیا ہے اور اب آپ لوگوں کے سامنے بھی اس کا ذکر کرتا ہوں۔ یہ تحریک مسلمانوں کی اقتصادی ترقی کی جان ہے۔ علاوہ ازیں مذہبی طور پر بھی یہ بڑا اثر رکھتی ہے ملکانوں میں

ایک بہت بڑا ظلم ہندو پرچارکوں نے یہ بھی کیا کہ وہ انہیں بتاتے تھے کہ دیکھو مسلمان ہم سے ادنیٰ ہیں اور ہم ان سے اعلیٰ ہیں کیونکہ ہم ان کے ہاتھ کی چھوئی ہوئی چیز نہیں کھاتے مگر وہ ہمارے ہاتھوں سے لے کر کھالیتے ہیں۔ اس پر ہزاروں ملکانے اس لئے مرتد ہو گئے کہ وہ ہندوؤں کے ساتھ مل کر اعلیٰ ہو جائیں گے۔ مسلمانوں نے سات سو سال تک ہندوؤں کا لحاظ کیا۔ مسلمان جب بادشاہ تھے اس وقت بھی انہوں نے درگزر کیا اور کہا ہندو اگر ان کے ہاتھ کا نہیں کھاتے تو نہ کھائیں۔ مگر اب مسلمان ہندوؤں کے اس طرز عمل کی وجہ سے قلاّش ہو گئے ہیں اور حالت یہاں تک پہنچ گئی۔ کہ اسلام کی خدمت کے لئے ۲۵ لاکھ روپیہ بھی جمع نہیں ہو سکتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ مسلمانوں کے پاس روپیہ ہے نہیں۔ مسلمانوں میں کئی لوگ لاکھوں اور ہزاروں کی جائدادیں رکھنے والے ہیں مگر باوجود اس کے ہندوؤں کے مقروض ہیں پس جب کہ مسلمانوں کی حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے اور ہندو چھوت چھات کی وجہ سے اپنی برتری جتلا کر ناواقف اور جاہل مسلمانوں کو مرتد کر رہے ہیں تو ضروری ہے کہ مسلمان اس طرف متوجہ ہوں۔ پس میں دوستوں سے امید کرتا ہوں کہ وہ اس تحریک کو خصوصیت سے جاری رکھیں گے اور ہر جگہ ہر مسلمان کے کان میں یہ بات ڈال دیں گے کہ اس تحریک پر عمل کرنے سے تمہارا ہی فائدہ ہے۔ ہماری جماعت میں تو تاجر پیشہ لوگ بہت کم ہیں زمیندار اور ملازمت پیشہ زیادہ ہیں۔ اس وجہ سے چھوت چھات کی تحریک کے کامیاب ہونے پر دوسرے مسلمانوں کو ہی فائدہ ہو گا۔ کم از کم تین چار کروڑ روپیہ سالانہ مسلمانوں کا اس تحریک پر عمل کرنے سے بچ سکتا ہے اور مسلمانوں جیسی کنگال قوم کے لئے اتنا روپیہ بچنا بہت بڑی بات ہے۔ میں نے عورتوں کو بتایا تھا کہ یہاں قادیان میں مسلمان مٹھائی والا کوئی نہ تھا اس لئے ہم نے مٹھائی خریدنا بند کر دیا اور سات سال تک یہ بندش رہی یہ بتا کر میں نے ان کو یقین دلایا کہ اتنے عرصہ میں کوئی ایک آدمی بھی مٹھائی نہ خریدنے کی وجہ سے نہ مرا۔ نہ ہمارے بچوں کی صحت کو اور نہ ہماری صحت کو کوئی نقصان پہنچا بلکہ فائدہ ہی ہوا کہ پیسے بچ گئے۔ میں سمجھ نہیں سکتا کھانے پینے کی چیزیں غیر مسلموں سے نہ خریدنے میں کونسی مصیبت آجاتی ہے۔ پوری کچوری نہ کھائی روٹی کھالی۔ کیا ہندوؤں کی بنائی ہوئی کچوری میں اتنا مزا ہے کہ بے شک دین جائے غیرت جائے مگر پوری کچوری نہ جائے۔ میں اپنی جماعت کے لوگوں کو خصوصیت سے یہ تحریک کرتا ہوں کہ ہندوؤں کی چھوئی ہوئی چیزیں اس وقت تک نہ کھانی چاہئیں جب تک ہندو بھی علی الاعلان عام مجلسوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے لے کر وہ چیزیں نہ کھائیں۔ ہم ضدی نہیں ہم کسی کے دشمن نہیں ہم بائیکاٹ نہیں کرنا

چاہتے بلکہ اپنا مال بچانا چاہتے ہیں اپنی قوم کو بچانا چاہتے ہیں۔ چاہئے تو یہ کہ جس طرح ہندو مسلمانوں سے سات سو سال تک کھانے پینے کی چیزیں نہیں لیتے رہے اسی طرح مسلمان بھی سات سو سال تک ان سے نہ لیں اور ہندو مسلمانوں سے لیتے رہیں تب مساوات ہو گی مگر ہم یہ کہتے ہیں جس طرح ہندو مسلمانوں سے نہیں خریدتے اسی طرح مسلمان بھی نہ خریدیں۔ اس طرح ایک لاکھ مسلمانوں کے لئے کاروبار نکل آئے گا اور اتنے خاندان چل سکیں گے۔

ہماری جماعت کو خصوصیت سے اس تحریک پر عمل کرنا چاہئے اور دوسرے لوگوں سے کرانا چاہئے یہ ہمارے فائدہ کی بات نہیں اگر وہ عمل کریں گے تو ہم پر احسان نہیں کریں گے انہیں کو فائدہ پہنچے گا۔

ایک اور بات جو اس سال کے پروگرام میں رکھنی چاہئے وہ مسلمانوں کا آپس میں تعاون ہے یعنی جہاں مسلمان سودا بیچنے والے ہوں وہاں ان سے خریدا جائے۔ میں نے دیکھا ہے اس سال کی تحریک کے ماتحت سینکڑوں نہیں ہزاروں دکانیں نکلیں۔ ایک دوست نے بتایا ایک جگہ مسلمانوں کے دکانیں کھولنے کی وجہ سے ۳۵ ہندو دکانوں کا دیوالہ نکل گیا اور ایک کارخانہ فیل ہو گیا جو ایک مسلمان نے خرید لیا۔ ایک جگہ کے دوست سے معلوم ہوا کہ ایک شہر میں ایک دکاندار کو جب معلوم ہوا کہ وہ احمدی ہے تو اس نے اُٹھ کر اس سے مصافحہ کیا اور کہا کہ آپ کی جماعت کی مہربانی ہے کہ ہماری دکانیں بھی اب چلنے لگی ہیں پہلے کچھ بِکری نہ ہوتی تھی مگر اب خوب ہوتی ہے۔ پس مسلمان دکانداروں کی طرف مسلمانوں کو توجہ کرنی چاہئے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہندوؤں کا بائیکاٹ کیا جائے بائیکاٹ کرنا ناجائز ہے اور بائیکاٹ کے یہ معنی ہیں کہ کسی صورت میں بھی ان سے کچھ نہیں خریدنا۔ مگر جہاں مسلمان دکاندار نہ ہوں وہاں ہندوؤں سے ضرورت کی اشیاء خریدی جا سکتی ہیں یا جو چیزیں مسلمانوں کے پاس نہ ہوں وہ ہندوؤں سے لی جا سکتی ہیں۔ مگر تعجب ہے مسلمانوں کو بائیکاٹ کا لفظ ایسا پسند آیا ہوا ہے کہ بائیکاٹ کرتے تو نہیں مگر کہتے ہیں کہ ہم نے بائیکاٹ کیا ہوا ہے۔ میں جب اس سال شملہ گیا تو گورنر صاحب پنجاب سے میرا ملنے کا ارادہ نہ تھا مگر چیف سیکرٹری صاحب گورنر پنجاب کی چٹھی آئی کہ واپس جانے سے پہلے گورنر صاحب سے ضرور ملتے جائیں۔ میں جب ان سے ملنے کے لئے گیا تو انہوں نے چُھوتتے ہی تحریک چُھوت چھات کے متعلق گفتگو شروع کر دی اور کہا کہ آپ کی جماعت نے بائیکاٹ کی تحریک شروع کر رکھی ہے۔ میں نے بتایا کہ یہ رپورٹ آپ کو غلط ملی ہے نہ ہم نے بائیکاٹ کرنے کے لئے کہا اور نہ ہماری جماعت نے

بائیکاٹ کی تحریک کی۔ ہم نے جو کچھ کہا وہ صرف یہ ہے کہ ہندو جو چیزیں مسلمانوں سے نہیں خریدتے وہ مسلمان بھی ہندوؤں کی بجائے مسلمانوں سے خریدیں اور مسلمان اپنی دکانیں نکالیں تا کہ تجارت کا کام بالکل ان کے ہاتھ سے نہ چلا جائے۔ آخر ایک لمبی گفتگو کے بعد گورنر صاحب کو تسلیم کرنا پڑا کہ یہ بائیکاٹ نہیں ہے اور اس تحریک میں کوئی حرج نہیں۔ پس یاد رکھو بائیکاٹ کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہئے یہ نہ شرعاً جائز ہے نہ قانوناً نہ عدلاً اور جب کہ مسلمان بائیکاٹ کر ہی نہیں رہے تو اس لفظ کو کیوں استعمال کرتے ہیں۔ جو کچھ کرنا چاہئے وہ اپنے بھائیوں کا تعاون اور امداد ہے اور اس سے کوئی گورنمنٹ روک نہیں سکتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ جہاں جہاں مسلمانوں نے کھانے پینے کی اشیاء کی دکانیں نکالیں وہاں ہندوؤں نے شور مچادیا کہ مسلمان ہندوؤں سے سودا نہیں خریدتے اور گورنمنٹ کو لکھا کہ اس قسم کی تحریک جاری کر کے منافرت پیدا کی جارہی ہے۔ میرے سامنے جہاں کے لوگوں نے یہ بات پیش کی میں نے انہیں کہا تم بھی کیوں اسی قسم کی درخواستیں گورنمنٹ کو نہیں بھیجتے کہ ہندو ہماری دکانوں سے کچھ نہیں خریدتے آخر تمہیں گورنمنٹ اس کا کوئی جواب دے گی۔ اگر وہ یہ جواب دے کہ ہندو چونکہ مسلمانوں کے ہاتھ کی اشیاء نہیں کھاتے اس لئے نہیں خریدتے۔ تو تم بھی یہی جواب دے سکتے ہو کہ ہم بھی ہندوؤں کے ہاتھ کی اشیاء نہیں کھاتے اس لئے نہیں خریدتے تو جہاں مسلمانوں کی دکانیں نکلیں وہ اس قسم کی درخواستیں حکام کو ضرور بھیجیں اس طرح ہندوؤں کی درخواستوں کا جواب خود بخود ہو جائے گا۔

تجارت میں ترقی کرنے کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ ہماری جماعت فیصلہ کرے کہ فلاں چیز اپنی جماعت کے لوگوں کی ساختہ ہی لیں گے۔ مثلاً جرابیں اپنی جماعت کی بنائی ہوئی یا ان لوگوں کی بنائی ہوئی جو اس تحریک میں ہمارے ساتھ شامل ہوں گے اور ہمارے ساتھ تعاون کریں گے ان سے لیں گے۔ تین سال تک اگر یہی طریق جاری رکھا جائے تو اس چیز کے فروخت کرنے والے تاجر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکتے ہیں اور پھر بغیر خاص مدد کے دوسروں کو زِک دے سکتے ہیں۔

ایک بات خاص طور پر قابل ذکر یہ ہے کہ ابھی تک مسلمانوں میں ایسے لوگوں کی بہت بڑی تعداد ہے جو سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے دشمن ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ جانتا ہے ہم سے زیادہ مسلمانوں کا خیر خواہ اور کوئی نہیں ملے گا۔ جس طریق پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کو چلایا ہے اور جو روح اس میں پیدا کی ہے اس کی وجہ سے ہم مسلمانوں کے اتنے خیر خواہ ہیں کہ وہ

خود بھی اپنے اتنے خیر خواہ نہیں ہیں۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہئے کہ جہاں ان پر سختی ہو وہاں بھی صبر سے کام لیں اگر کوئی گالیاں دے تو اس کے جواب میں گالی نہ دیں بلکہ یہ کہیں کہ ہم اس کے لئے تیار نہیں ہاں مسائل پر اگر چاہو تو گفتگو کر لو۔ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ کہیں فتنہ و فساد نہ پیدا ہو بلکہ معمولی رنجش اور کبیدگی بھی پیدا نہ ہو کیونکہ لڑائی جھگڑے سے تبلیغ کو فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ نقصان ہوتا ہے۔ ہاں دوسروں کی جس قدر ہمدردی کرو گے اور ان سے نرمی کے ساتھ پیش آؤ گے اسی قدر زیادہ ترقی ہو گی اس کا یہ مطلب نہیں کہ تبلیغ احمدیت چھوڑ دی جائے اسی پر تو ہماری زندگی کا مدار ہے اسے ہم کسی صورت میں بھی چھوڑ نہیں سکتے یہ ہونی چاہئے اور بار بار ہونی چاہئے مگر یہ احتیاط ہونی چاہئے کہ صلح و آشتی سے ہمدردی اور محبت سے ہو کسی قسم کی سخت کلامی یا لڑائی جھگڑا نہ ہونا چاہئے۔

اب ایک اور ضروری بات کے متعلق میں کچھ کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہندوستان میں سائمن کمیشن آرہا ہے اس کے متعلق میں ایک مفصّل ٹریکٹ شائع کر چکا ہوں جس کا سب سے ضروری حصہ وہ ہے جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو اس کمیشن کا بائیکاٹ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہی موقع ہے کہ مسلمانوں کو کچھ حقوق مل سکیں۔ ہندوؤں نے انگریزوں کے کافی طور پر کان بھرے ہوئے ہیں اگر وہ کمیشن کا بائیکاٹ کر دیں تو ان کا کچھ نقصان نہ ہو گا مگر مسلمان بائیکاٹ کرنے پر سخت گھاٹے میں رہیں گے۔ تمام دوست اپنی اپنی جگہ کوشش کریں اور بائیکاٹ کے نقصانات مسلمانوں کو سمجھائیں اور اس قسم کی کمیٹیاں بنائیں جن کا ذکر اس مضمون میں ہے۔

احباب اپنے پروگرام میں ایک بات یہ بھی داخل کر لیں کہ سن رائز کی اشاعت بڑھائی جائے۔ جب تک اس کے دس ہزار خریدار نہ ہو جائیں اس کا کام نہیں چل سکتا۔ اس وقت ایڈیٹر صاحب مفت کام کر رہے ہیں جو دوسرے فرائض کی وجہ سے راتوں کو بیٹھ کر مضمون لکھتے ہیں دوست کوشش کریں کہ اس کی اشاعت میں ترقی ہو اور دوسرے مسلمانوں کو خریدار بنایا جائے۔ چونکہ اس میں عام مسلمانوں کے فائدہ کے مضامین ہوتے ہیں اس لئے اسے بآسانی خریدنے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں۔

اس سال ایک اور ضروری تحریک میں نے کی تھی اسے جاری رکھنا چاہئے وہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ہاتھ میں سونٹا یا تلوار رکھے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ عام طور پر احمدیوں نے اس پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ بعض غیر احمدیوں نے مجھے لکھا ہے کہ یہ تحریک تو آپ

نے کی تھی جس پر ہم عمل کر رہے ہیں لیکن احمدی اس پر عمل نہیں کرتے۔ احمدیوں نے شاید یہ سمجھا کہ یہ وقتی تحریک ہے چند دن اس پر عمل کرنا کافی ہے حالانکہ یہ مستقل تحریک ہے اس سے جرأت بھی پیدا ہوتی ہے اور صبر و تحمل بھی۔ مفتی محمد صادق صاحب ایک سرکاری افسر سے ملنے کے لئے گئے تو اس نے کہا یہ بہت اچھی تحریک ہے مسلمانوں کو اس کی وجہ سے اطمینان رہے گا کہ ہمارے ہاتھ میں بھی ہتھیار ہے۔ پنجاب کے نُو ضلعوں میں اب تلوار رکھنے کی قانونی طور پر اجازت ہے اور باقی اضلاع کے جو لوگ انکم ٹیکس دیتے ہوں یا پچاس روپیہ یا اس سے زیادہ مالیہ ادا کرتے ہوں وہ تلوار رکھ سکتے ہیں باقی صوبوں میں ہر شخص کو تلوار رکھنے کی اجازت ہے۔ تلواریں بنانے والے ہمارے بھیرہ کے احمدی ہیں جو بہت اچھی تلواریں بناتے ہیں۔ جن اضلاع میں تلوار رکھنے کی اجازت ہے ان میں رہنے والا ہر احمدی تلوار رکھ سکتا ہے اور دوسروں کو تلوار رکھنے کی تحریک کر سکتا ہے۔ ان اضلاع کے لوگوں کو حتی المقدور تلوار خریدنی چاہئے۔ تلوار سَستی بھی مل جاتی ہے پانچ روپیہ تک آسکتی ہے۔ باقی لوگوں کو سونٹے رکھنے چاہئیں تاکہ ان میں دلیری اور جرأت پیدا ہو۔

اب میں آخری بات بیان کرنا چاہتا ہوں جو نہایت اہم ہے۔ دیکھو ساری مصیبت مسلمانوں کے لئے یہ ہے کہ وہ استقلال سے کام نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ ان کے مخالف دلیر ہوتے جاتے ہیں۔ جو دشمن اٹھتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات پر حملہ کرنے لگ جاتا ہے ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا حملہ ہوتا ہے مگر مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ جس طرح بچے آپس میں کہتے ہیں آؤ چور چور کھیلیں اس کھیل کے لئے ایک پولیس مین بن جاتا ہے دوسرا چور بن جاتا ہے چور کو پکڑ کر سزا دی جاتی ہے مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ چور اور پولیس مین بننے والے ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر چلے جاتے ہیں اسی طرح مسلمان کرتے ہیں۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عزت پر حملہ ہوتا ہے تو کہتے ہیں آؤ رسول اللہ کی عزت کا کھیل کھیلیں اس وقت ان میں بڑا جوش ہوتا ہے مگر دوسرے وقت بالکل ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ اگر مسلمانوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حقیقی عزت کا احساس ہو تو کبھی آپ کی عزت کی حفاظت سے غافل نہ ہوں۔ پچھلے دنوں جب آریوں کی طرف سے پے در پے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلاف حملے ہوئے اور میں نے مسلمانوں کو اس کے مقابلہ کے لئے صحیح طریق عمل بتایا تو کئی خطوط میرے پاس آئے جن میں لکھا تھا کہ تم نے بہت بزدلی سے کام لیا ہے جو یہ لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلاف بد زبانی کرنے والے کو مارنا نہیں

چاہئے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ہتک کرے اسے کیوں مارنا نہیں چاہئے آپ مسلمانوں کو اس بزدلی کی تعلیم نہ دیں ایک دو خطوط جن میں پتہ درج تھا میں نے انہیں قائل بھی کیا کہ ان کی رائے غلط ہے مگر اب یہ حالت ہے کہ ان لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی عزت کی حفاظت کا خیال بھی نہیں رہا اور وہ آپ کی ہتک کرنے والوں کے دوست بن گئے ہیں۔

ہم خود چاہتے ہیں کہ ہندو مسلمانوں میں صلح ہو اور ملک کی ترقی کے لئے ہندو مسلمانوں کا اتحاد ضروری ہے مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ اس بات کی ضرورت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ہتک کرنے والی کوئی بات نہ ہو۔ کیا کوئی ہے جو اس بات کی ذمہ داری لے کہ اب ہندوؤں کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے خلاف کوئی ناپاک کتاب شائع نہ ہوگی اور اسلام پر دلآزار حملے نہ کئے جائیں گے اب نہ تو ایسے حملوں کا احتمال جاتا رہا ہے اور نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا کوئی سامان ہوا ہے پھر ہندو مسلمانوں میں اتحاد کس طرح ہو سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ذات پر کیوں حملہ کی جرأت پیدا ہوتی ہے اور کیوں اس ناپاک فعل کے ارتکاب کی دلیری کی جاتی ہے اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ذات کو ایسے بڑے طور پر پادریوں نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے کہ غیر مسلم لوگ واقعہ میں آپ سے بُغض اور نفرت رکھتے ہیں اور اکثر حصہ ایسا ہے کہ چاہے وہ منہ سے آپ کو گالی نہ دے مگر دل میں سمجھتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے دنیا کو بڑا نقصان پہنچایا ہے اس وجہ سے آپ کے خلاف ناپاک حملے کئے جاتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ خود مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خوبیوں سے ناواقف ہونے کی وجہ سے دنیا کے سامنے آپ کی ذات کو ایسے رنگ میں پیش کرتے ہیں کہ آپ کے متعلق کسی کو محبت اور اخلاص نہیں پیدا ہو سکتا۔ اس سال میں قصور گیا تو وہاں ایک ہندو نے مجھ سے ایسی باتیں کیں جنہیں سن کر میں شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ اس نے کہا یہ کیا بات ہے کہ محمد صاحب (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کی جب کوئی مولوی تعریف کرتا ہے تو یہی کہتا ہے کہ آپ زُلفیں ایسی خوبصورت تھیں، آپ کی آنکھیں ایسی رسیلی تھیں، آپ کے عارض ایسے دلکش تھے۔ مذہبی تفوّق کو زُلفوں اور آنکھوں کی خوبصورتی سے کیا تعلق اس کے لئے مذہبی خوبیاں پیش کرنی چاہئیں۔ بات یہ ہے کہ مسلمان خود رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی صفات سے ناواقف ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ذات پر جو حملے کئے جاتے ہیں ان کو دور کرنے کا بہترین طریق یہ ہے کہ غیر مسلموں میں رسول

کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی شخصیت کے متعلق بہترین پروپیگنڈا کیا جائے میں اس کے لئے کئی تجویزیں پیش کرتا ہوں۔

(۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی لائف میاں بشیر احمد صاحب نے لکھنی شروع کی تھی معلوم نہیں اب انہوں نے اسے کیوں چھوڑا ہوا ہے اس وقت تک جو مختصر سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں ان سے یہ بہت اعلیٰ اور عمدہ ہے۔ اگر وہ اسے مکمل کریں تو کوشش کر کے اس کی بکثرت اشاعت کی جائے میاں بشیر احمد صاحب ہمت کریں اور اسے مکمل کر دیں۔

(۲) اس سال رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی زندگی کے متعلق دو اور کتابیں لکھی جائیں ایک کتاب تو ایسی ہو جس میں لڑکوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی زندگی کے ایسے واقعات بتائے جائیں جس سے وہ سبق حاصل کریں اور دوسری ایسی ہو جس میں لڑکیوں کے متعلق آپ کی زندگی کے سبق آموز اور نصیحت خیز واقعات ہوں۔

میں نے دیکھا ہے عیسائیوں نے حضرت مسیح کی زندگی کے متعلق کئی رنگ کی کتابیں لکھی ہیں۔ کوئی لڑکوں کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی ہے کوئی لڑکیوں کو، کوئی عورتوں کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی ہے کوئی مردوں کو کوئی بوڑھوں کو مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی زندگی کے حالات لکھنے جو بیٹھتا ہے وہ یہی لکھتا ہے فلاں سن میں آپ پیدا ہوئے اتنی لڑائیاں لڑیں اتنے کافر مارے اور فلاں سن میں فوت ہو گئے۔

اس سال یہ تین کتابیں لکھی جائیں جن میں سے ایک کے لکھنے کا میں وعدہ کرتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو لڑکوں کے متعلق سوانح کا جو حصہ ہے وہ میں لکھوں گا۔ اس کے ساتھ ہی میں ایک اور وعدہ بھی کرتا ہوں اور وہ یہ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ایک سیرت احادیث کی بناء پر لکھنی شروع کی تھی اس کا کچھ حصہ شائع ہوا تھا اور اس قدر پسند کیا گیا کہ مخالفین تک نے اقرار کیا تھا کہ تیرہ سو سال میں رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی کوئی سیرت ایسی دلکش نہیں لکھی گئی میں کوشش کروں گا کہ اسے بھی مکمل کر دوں۔ اس کے میں نے تین حصے کئے تھے ان میں سے تیسرا حصہ لکھنا باقی ہے اور اس کے سارے نوٹ لکھ رکھے ہیں میں اسے بھی مکمل کرنے کی کوشش کروں گا۔

تیسری کتاب جو لڑکیوں کے متعلق ہے وہ میری کتاب کے نمونے کے بعد کوئی دوست لکھیں یا اگلے سال میں خود ہی اسے لکھوں گا۔

(اس موقع پر مولانا مولوی عبدالماجد صاحب پروفیسر عربی بھاگلپور کالج نے وعدہ کیا کہ یہ کتاب وہ لکھیں گے)

یہ ایک نہایت ہی اہم کام ہے لیکن اس کے علاوہ ایسی کوشش کی بھی ضرورت ہے جس کے ذریعہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق مسلمانوں میں جو تھوڑی بہت بیداری پیدا ہوئی ہے اسے قائم رکھا جائے اس کے لئے زیادہ آدمیوں کی ضرورت ہے۔ تجویز یہ ہے کہ ۲۰۔ جون کے دن جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت کی حفاظت کرنے والے شخص کو سزا دی گئی تھی سارے ہندوستان میں تین مضامین پر تقریریں ہوں (۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنی نوع انسان کے لئے کیا کیا قربانیاں کیں۔ (۲) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاکیزہ زندگی یعنی کس طرح آپ نے نبیوں بلکہ نبیوں کے سردار والی زندگی بسر کی۔ (۳) آپ نے بنی نوع انسان پر کیا احسان کیا ہے۔

ان مضامین پر تقریریں کرنے والے بہت سے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ ہر جگہ کے تعلیم یافتہ احمدی احباب کو چاہئے کہ اپنے نام پیش کریں کم از کم ایک ہزار آدمی کی ضرورت ہے جو جنوری میں ہی اپنے نام پیش کر دیں تاکہ چھ ماہ کے عرصہ میں ان کو تیار کیا جائے۔ اس کے لئے تمام ہندوستان کے ہر علاقہ کے احمدیوں کو تیاری کرنی چاہئے تاکہ جون کو تمام ہندوستان میں یہ لیکچر کامیابی سے ہوں۔

---

۱ اٰل عمران: ۱۹۷ تا ۲۰۱

۲ تذکرہ صفحہ ۳۱۲۔ ایڈیشن چہارم

۳ تذکرہ صفحہ ۱۲۶ تا ۱۲۸۔ ایڈیشن چہارم

۴ تذکرہ صفحہ ۸۱۷۔ ایڈیشن چہارم

۵ تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۲۹۳ تا ۲۹۶

۶ مسلم کِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْاٰدَابِ بَابُ النَّهْيِ عَنْ قَوْلِ هَلَکَ النَّاسُ

۷ الکہف: ۹۵ تا ۹۷

۸ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۱۸۔ ۱۳۵ روحانی خزائن